

ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد کا تاریخی نمبر

امام احمد رضا بریلوی

مرتب

خطیب مشرق علامہ شتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ



چاہیے الٰہی محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رضا اکیڈمی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ اشاعت نمبر 185

نام کتاب امام احمد رضا بریلوی
مرتب علامہ مشتاق احمد نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ
حرک علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ
موید علامہ محمد منشا تائش قصوری مدظلہ
کمپوزنگ words maker Lhr, Tel 7231391
ناشر الحاج محمد عتیول احمد قادری ضیائی مدظلہ
بار اول مئی جون ۱۹۶۲ء (الہ آباد بھارت)
بار دوم ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ / ۵ جون ۲۰۰۱ء
مطبع احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور
صفحات ۱۷۶
قیمت روپے

عطیات بھیجنے کے لئے

رضا اکیڈمی کے اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۸، حبیب بنک

دکن پورہ راج لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۲۰۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں

رابطہ

رضا اکیڈمی لاہور

* ماہنامہ پاسبان الابداد کا آرکیو نمبر ○

مضامین پر ایک نظر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	نشان منزل	۵
۲	ایک اہم مکتوب	۱۹
۳	حلیہ مبارک	۲۳
۴	امیر کارواں	۲۵
۵	فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں	۲۷
۶	شذرات	۲۹
۷	فاضل بریلوی	۳۰
۸	تختہ سلام	۳۲
۹	سیدنا امام احمد رضا کی مجددیت	۳۳
۱۰	منقبت	۶۸
۱۱	سوانح حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ	۷۰
۱۲	کلام الامام امام الکلام	۸۳
۱۳	ضرورت مجدد	۹۸
۱۴	حالات مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ	۱۰۳
۱۵	تذکرہ علمائے فرقہ بھٹی	۱۱۲
۱۶	حالات اشرفی علیہ الرحمۃ	۱۱۷
۱۷	حضرت حمزہ الاسلام علیہ الرحمۃ	۱۲۲
۱۸	حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ	۱۲۹
۱۹	سوانح صدر الشریعہ علیہ الرحمہ	۱۴۰
۲۰	حیات صدرالافاضل قدس سرہ	۱۶۱

در نعت اکرم حضور سید عالم ﷺ

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ لطفی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگتے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
اغنیاء پلٹے ہیں در سے وہ ہے باز تیرا
اصغیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا غلو کیا جانیں
خسرو! عرش پہ اڑتا ہے بھیرا تیرا
میں تو مالک ہی کو مالک کا کہہ مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلو تیرا
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
تیرے نکلوانے سے پلے غیر کی نھو کر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تیرے صدقے مجھے اک بند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چمکتا تیرا

نشان منزل

از: مولانا محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

پاسان ملت! حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بیسوی
صدی عیسوی میں اہل سنت و جماعت کے وہ محبوب و عظیم اور شہرہ آفاق عالم تھے جن
کی مثال براعظم ایشیاء میں نظر نہیں آتی۔ فقیہ اعظم و نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا
الحاج مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق کیا خوب فرماتے ہیں۔
”علامہ نظامی نام تو ایک فرد واحد کا ہے مگر حقیقت میں وہ فرد واحد نہ تھے۔
پوری انجمن تھے جو اپنے جلو میں علم و فضل، سیاست و تدبیر، ارشاد و تبلیغ، کردار و گفتار
عزم و محکم اور جہد مسلسل کی ایک دنیا آباد کئے ہوئے تھے پیرا تو ”سراکے غنی“ الہ آباد
میں ہوئے مگر ان کے فیض کا بادل پوری دنیا پر نصف صدی تک برستا رہا۔
ایک اور جگہ رقمطراز ہیں۔

ہمارے عرف میں جو کلمات شائع و ذائع ہیں ان کے کماحقہ تعارف کے لئے
ناکافی ہیں اور یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اس کی دلیل امام المناظرین سلطان
التارکین حضرت مجاہد ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھیدوڑی کے مناظرے کے موقع پر وہ ارشاد

ہے کہ فرمایا ”اگر مجھے وسعت ہوتی تو ”مشتاق نظامی“ کو سونے سے تول دیتا۔

حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کے اس ارشاد کے بعد حضرت خطیب مشرق کے تعارف میں بڑے سے بڑا زبان داں قادر الکلام کوئی لفظ بولے تو ہر ذی فہم منصف کو یقین کرنا پڑے گا کہ وہ ان کی عبرتی شخصیت کا کاحق تعارف نہیں کر سکا۔

حضرت مولانا ناصر انجم مصباحی مدظلہ ”خطیب مشرق“ میں رقم فرماتے ہیں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی درمجاہ علم و فن کے فیض بخش مدرس بھی تھے اور خطابت کے رمز آشنا نکلموا الناس علی قدر عقولہم کے مصداق ہے بدل خطیب بھی میدان مناظرہ کے برحق رفتار شہسوار بھی تھے تو صحت کے پختہ کار ژرف نگار اور فکر انگیز تاجدار قلم بھی جماعت کے دور اندیش روشن ضمیر اور انقلاب آفرین مفکر بھی تھے۔ تو قوم و ملت کی تعمیر کے بے ریا معمار اور قییب بھی محفل شعر و ادب کے مستند نہیں بھی تھے تو یاران نکتہ داں کے میر مجلس بھی۔ حق کے لئے شہنشاہ قفروں کی مانند حساس و نرم بھی تھے تو باطل کے لئے آتش فشاں پہاڑ بھی ایثار قربانی کے پیکر جمیل بھی تھے تو ناقابل تغیر جرات و ہمت کے حامل بھی غرض کہ موصوف کی ایک زندگی میں کئی زندگیاں جمع ہو گئی تھیں گویا کہ ہادی تعالیٰ نے انہیں حالات کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے رنگ برنگ صفات اور نور و نبوغ حاکم کا مجموعہ دیا تھا۔

مبلغ اسلام مولانا بدر القادری مدظلہ یوں خراج محبت پیش کرتے ہیں۔

علامہ نظامی علیہ الرحمہ ہمارے علمائے سلف کی بزم ویش کے محرم راز تھے ان کے رشحات، قلوب و اذہان کی طہانیت کا نسخہ کیا تھے۔ تقریر و خطابت کے تو بادشاہ تھے مولائے قدیم نے ان کو شیریں بیانی و قادر الکلامی کا ذیبت، علمی دسترس اپنے مشن سے خلوص و عقیدت اور بالخصوص تنہیم کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ہر ایک سے ہر ایک مفہوم کو تشیل کا جامع پہنا کر سامعین کے قلوب میں اتار دینا ان کا خاصہ تھا۔ علامہ موصوف کی متعدد تصانیف اور پاسان کے ادارے ان کے قالب کی بے قرار روح کے آئینہ

دار ہیں۔ ممکن ہے لوگ ان کی تقاریر کو فراموش کر جائیں مگر انہوں نے اپنے خون بار کلمے سے منظر قریاں پر جو کچھ رقم کر دیا ہے وہ اہل ذوق کو ان کا مشتاق رکھنے کے لئے ازیں ہے۔ ان کی زندگی کا کچھ محفوظ رکھنے کے لائق ہے۔

شہزادہ محدث اعظم ہند حضرت الحاج سید محمد ہاشمی میاں اشرفی کچھوچھو مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت علامہ نظامی صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات و خدمات ان کی بیکراں شخصیت ان کی انفرادیت اہل سنت و جماعت کے تشخص کی علامت تھی ان کی زبان پر امام احمد رضا کا خاموش قلم بولتا تھا ان میں اور ہم میں فرق یہ ہے کہ ہم بولتے ہیں تو آپ جیسے لوگ سنتے ہیں لیکن جب وہ بولتے تھے تو

مفتی اعظم ہند محدث اعظم ہند حافظ ملت مجاہد ملت، صدر العلماء صدر الافاضل صدر الشریعہ جیسے لوگ سنتے تھے۔

محبت گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ہستوی مدظلہ رقم فرماتے ہیں۔

حضرت پاسان مت علامہ نظامی صاحب کی باتوں میں گہرائی بھی تھی اور گیرائی بھی جب تک زندہ رہے زبان و قلم سے خدمت دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف رہے۔ ان کی شخصیت کو ہم گہیر بنانے میں ان کے خلق حسن کا اہم کردار ہے۔

علامہ یس اختر مصباحی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی کو مذہبی السج کی دنیا میں آفتاب و مہتاب پایا ان کی تقریروں میں مروجوں کا تناظر بھی ہوتا اور آبتشار کی روانی بھی شیر کی تھن گرج بھی ہوتی اور بلبل کی چہچہاہٹ بھی علم و فن کی روانی بھی ہوتی اور فکر و بصیرت کا خضر اور بھی مٹی آفرینی کا کمال بھی ہوتا اور الفاظ کا حسن انتخاب بھی۔

حضرت علامہ نسیم ہستوی مدظلہ یوں اظہار محبت کرتے ہیں۔

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

میری نظر میں خطیب مشرق علامہ نظامی تقریر و خطابت ہی کے بادشاہ نہیں بلکہ اسلامی فکر کے حامل تحریر و انشاء کے بھی ایک ممتاز و منفرد تاجدار ہیں۔ آپ کے معاصرین میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں تھا جس ماحول میں تشریف فرما ہوتے ان کی شان انفرادیت نمایاں معلوم ہوتی تھی۔ علامہ نظامی علیہ الرحمۃ کو جہاں بھی دیکھا ایک رنگ اور ایک ہی وضع میں دیکھا۔

دنیا کے سلیت کے ممتاز اہل علم کے قلبی و قلبی تاثرات کا ایک ہلکا سا خاکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ راقم المسطور زمانہ طالب علمی سے آپ کے رشحات قلم سے استفادہ کرتا آیا ہے آپ کی گرانقدر تصانیف سے استفادہ کی سعادت حاصل کی۔ ماہنامہ پاساں کے متعدد شمارے میری لائبریری کی زینت اور میرے لئے فرحت و انبساط کا باعث ہیں۔

علامہ نظامی صاحب ۱۹۲۲ء میں الحاج ملک محرم علی علیہ الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے۔ یہ خاندان برس ہا برس سے زمینداری کرتا آ رہا تھا۔ آپ اپنے والد ماجد کے اکلوتے فرزند تھے جو اچھی علمی استعداد رکھتے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی دی آپ اپنے والد ہی کے زیر سایہ اسلامی شعائر و آداب سے آراستہ ہوئے۔

دینی علوم و فنون کے آغاز سے قبل سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ اقدس کی زیارت کرانی بھی پھر مدرسہ بھانیہ میں حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کر دیے گئے آپ نے اس دور کے اکابر مدینین کی خدمت میں دو کراہت و فنون اسلامیہ کی دولت سمیٹی آپ کے عظیم المرتبت اساتذہ کرام کے اساتذہ گرامی درجہ کئے جاتے ہیں جن پر مسند تدریس تاز کرتی تھی۔

حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب۔

حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب

حضرت مولانا عبدالرب صاحب مراد آبادی

حضرت مولانا حکیم محمد احسن بہاری

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب بھدرکی

حضرت مولانا محمد عمر صاحب

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بجنوری (رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

آپ کی باضابطہ تعلیمی زندگی میں بائیس سال تک محیط ہے۔ درس نظامیہ کی تعلیم کا سلسلہ بنور جاری تھا کہ ۱۹۳۳ء میں ”عالم“ ۱۹۳۵ء میں ”فتنی“ ۱۹۳۶ء میں فاضل ادب اور ۱۹۳۷ء میں ”کاسل“ کے امتحانات اعلیٰ نمبروں پر نہایت نمایاں کامیابی سے پاس کئے اور اسی سال درس نظامیہ کے تمام درجات سے فراغت پائی پھر جب عملی زندگی میں قدم رکھا تو آخری لمحات تک اسلام و سلیت کی خدمت پیہم مصروف رہے۔ ۲۸- اکتوبر ۱۹۹۰ء کو خطیب مشرق کی حیات مستعار کا آخری سورج مغرب میں غروب ہو گیا ۲۹- اکتوبر ۱۹۹۰ء کو آپ ہزاروں معتقدین متوسلین اعزاء و اقربا خویش و احباب نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ قاضی شہر الہ آباد حضرت علامہ قاری مقبول حسین صاحب جینی نے دار شاہ اجل کی مسجد کے قریب وسیع و عریض میدان میں نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے قائم کردہ دارالعلوم غریب نواز کے اسی حجرہ مبارکہ میں تدفین عمل میں آئی جسے آج آپ کی آرام گاہ ہونے کا شرف نصیب ہے اس وقت سبھی لوگ محسوس کر رہے تھے کہ آج ایک عہد کی تاریخ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ”غریب نواز“ کے قدموں رکھا جا رہا ہے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

مہرۂ نورست اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کے وصال پر ملال سے جہاں سلیت غم میں ڈوب گیا۔ اسلام کے ہر طبقہ نے آپ کے خلاء کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ تعزیت ناموں کے انب گئے جو

آپ کی زندگی بھر کے ساتھی نہایت مخلص اور معتد علیہ رئیس کار حضرت مولانا انوار احمد نظامی مدظلہ کے پاس محفوظ ہیں راقم السطور نے جو آپ کا ایک ناویدہ عاشق ہے آپ کی ہزار اسلامی خدمات و اوصاف کو رسائل و جرائد اور تصانیف میں دیکھتا چلا آ رہا ہے۔ ایک تعزیت نامہ مولانا الموصوف کی خدمت میں ارسال کیا۔ اسے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور میرے دلی صدمہ کو دیکھنے جو الفاظ کی صورت میں آنسوین کر خطیب مشرق کے روحانی دامن کو تر کر رہا ہے۔

”آپ سے اہل سنت و جماعت کی عظمت قائم تھی ناموس سہیت کے بہت بڑے محافظ تھے۔ پاسان اور نہایت عمدہ تصانیف کے ذریعہ آفاقی سطح پر آپ نے تبلیغ میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اپنی اثر آفرین اور نورانی خطابات سے ایک عرصہ تک بھارت کے مسلمانوں کے ایمان و یقین کی آبیاری فرمائی میرے پاس الفاظ نہیں جن سے اپنے قلبی تاثرات کو بیان کر سکوں۔

اس دور میں مرحوم اسلاف کا پیکر تمیل اور باخلاف کے لئے بینارہ نور تھے مشائخ و علماء کرام کے معروج خطباء کے رہنما، اہل قلم کے راہبر، مسلک کے محافظ عقائد صادقہ کے پاسان اور عصر حاضر میں اشیاء کے ناقابل تغیر مناظر، جملہ اوصاف حمیدہ کے جامع عظیم ایسے فکر کار جو ہر سنی عالم و شیخ کے وصال پر تڑپ تڑپ جاتے تھے اور دہشت کی عالم میں پکاراٹھتے تھے۔

اوتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں

جی میں کیا آیا کہ پابند نشین ہو گئیں

نہ جانے پابند نشین ہوتا ”از خود“ آپ نے کیسے گوارہ کر لیا مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آپ آزاد ہو گئے اور ہم پابند! رہا نشین کا تعلق تو وہ مقام جو آپ نے حاصل کیا اب اور کون کرے؟

علامہ نسیم ہستوی مدظلہ العالی کے ایک مکتوب گرامی میں ”دعوت فکر“ پر خطیب

رحمۃ اللہ تعالیٰ کی پسند کا اظہار تھا اس وقت دل میں آیا کہ حضرت صاحب اہل بیت یابی پر احوال زندگی طلب کروں گا اور پھر مضمون کی شکل دی جائے گی

اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ

خون کے آنسو نسیم رحمت فروس ادب عقائد اہل سنت، کبرا کا مسافر ہند کے رعبہ جماعت اسلامی کا شیش محل اور پاسان کے فاکس میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے ایک ایک کو تصور میں پڑھا اور پڑھتا چلا گیا۔ نہ معلوم! آج لذت کچھ سوا تھی! پھر ان تصورات کو عملی جامہ پہنایا اور فوراً کتاب ”دیوبند کا نیا دین“ ہاتھوں میں لیا ابتدا یہ دیکھا اور دیکھتا ہی چلا گیا۔ ہر لفظ عجائبات کی دنیا لئے ہوئے تھا حالانکہ یہی کتاب جب پہلی بار میری نظر سے گزری تو میں نے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی یوں ہی ورق گردانی کی اور یہ کہتے ہوئے چھوڑ دی کہ ”خون کے آنسو“ کے بعد معاملہ ختم۔ لیکن آج اس کتاب کے ابتدائیہ نے روٹنگے کھڑے کر دیئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جن مشتاق ہاتھوں نے ان الفاظ کی حسین صورت میں جواہرات کی لڑیاں پروں کیں ان ہاتھوں کے مشتاق الفاظ بھی رو رہے ہیں اسی لئے تو میرے قلب و فکر کو آج بے حد متاثر کر رہے ہیں اس پر میری پھٹی حس فیصلہ دے رہی تھی کہ اہل علم و قلم جب اس دار فانی سے راہی بھا ہوتے ہیں تو ان کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک نقطہ غم و الم کا دائرہ بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مصنف کی قدرو قیمت اس کی دینی زندگی میں اتنی نہیں ہوتی جتنی قید حیات سے آزادی پر خطیب مشرق رحمہ اللہ تعالیٰ ان خوش قسمت مصنفین کی صف میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جنہیں ہر جگہ قدرو منزلت حاصل رہی۔

حضرت خطیب مشرق نے جب ”دعوت فکر“ کو دیکھا تو دعاؤں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اپنی تاریخی تعنیف ”دیوبند کی خانہ تلاشی“ کا حصہ بنالیا اور پھر بڑے

اہتمام سے شائع فرمایا میرے لئے ان کا یہ عمل سعادت عظمیٰ سے قطعاً کم نہیں! خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نقوی علیہ الرحمۃ کو امام اہل سنت اہل حضرت فاضل بریلوی اور خانوادہ رضویہ سے بے پناہ عشق تھا۔ جب ان کا راہوار قلم اس طرف رخ کرتا تو محبت و پیار اور ادب و احترام سے سرایت دھڑتا چلا جاتا کسی ایک جگہ کی بات نہیں پاسپان کے فائل اور آپ کی تصانیف اس پر شاہد و عادل ہیں ”دیوبند کی خانہ تلاشی سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے اور سر دھنیے آپ رقمطراز ہیں۔

☆ اللہ اکبر! ایک ایسا درد پیش جس کا علم کسی نہیں وہی تھا ورنہ مسئلہ غیب پر چند گھنٹے میں خانہ کعبہ کے در دیوار تلے عربی زبان میں ”الدولة المکیہ فی العادة الغیبة“ جیسی ضخیم محقق و مدلل و مبرہن کتاب کا قلمبند کر لینا آسان نہ تھا یہ کتاب از ابتداء تا انتہا خدا کی عطا کردہ اہل ترین صلاحیتوں کی مظہر و آئینہ ہے۔ جہاں عام انسانوں کا علم کسی دست بستہ نہیں خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔

☆ چنانچہ جب امام احمد رضا جیسی نادر روزگار شخصیت نے ”کمان“ اپنے ہاتھ سنہالی تو سیف قلم نے شائقان رسول کے بڑے بڑے ناموروں کے سر قلم کر دیئے جو کوہستان و بیابان دیوبندیت کے شیر ہر گھمے جاتے تھے وہ امام احمد رضا کے نشانہ قلم پر شیر تالین ثابت نہ ہو سکے یہی جاننے کی وہ آگ ہے جس میں پوری دیوبندیت جھلس کر خاکستر ہو رہی ہے اور جب تک توپ نصیب نہ ہوگی یہ آگ انہیں یونہی بھسم کرتی رہے گی۔

☆ خدائے قدیر سید نام امام احمد رضا کی قبر اطہر پر رحتوں کی ساون بھادوں برسائے جن کے نوک قلم نے گھنا ٹوپ تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے پوری امت مسلمہ کو اجالے میں کھڑا کر دیا۔

☆ اے وقت کے دانشوروں غور کرو امام احمد رضا کا ایک ایسا وجود مسعود جو حق جہاں لاکھوں پر بھاری بھر کم تھا اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ناکافی ہو گیا۔ عقل

حیران ہے کہ زبان و قلم کے لئے نیاز مند یوں کی بیک کہاں سے مانگی جائے اور کس کے خزانہ عامرہ سے گوہر ابدار چین چین کر ان کے قدموں پر نچھاور کئے جائیں جس سے امام احمد رضا جیسی قد آور شخصیت کی دینی و فنی خدمات کا حق ادا کیا جاسکے۔

☆ امام احمد رضا: وہ ایک شخص ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک نظریہ تھا عقیدہ تھا مسلک تھا ”شرب تھا“ انجمن تھا“ کانفرنس تھا“ کتب خانہ تھا“ لائبریری تھا“ وہ علوم و معارف کا گوہ گراں بھی تھا“ بحر زار بھی تھا“ وہ درس گاہ بھی تھا اور خانقاہ بھی تھا۔

☆ امام احمد رضا: آسان علم و حکمت کا درخشاں آفتاب تھا“ اور گلستان طریقت و معرفت کا شاداب پھول“ علم ظاہر کا جاہ و جلال اور علم باطن کی زندہ مثال“ وہ دن کے اجالے میں میدان قلم کا شہسوار اور رات کی تاریکی کا عابد شب زندہ و دار تھا“ مناظر تھا“ مقرر تھا“ مصنف تھا“ مولف تھا“ مفسر تھا“ معقولی تھا“ منقولی تھا“ خطیب تھا“ فصیح تھا“ مبلغ تھا“ فقیہ تھا“ وجیبہ تھا۔

☆ امام احمد رضا: ماہر لہیات و کلیات تھا“ ماہر ریاضیات و طبیعیات تھا“ ماہر نجوم و قیوت تھا“ جو بدلتوں کشور علم پر ساون بھادوں کی طرح برستا رہا وہ ماہر علم الادبیات و علم الابدان تھا“ فرض وہ بیک وقت پچاس سے زائد علوم پر یدِ طولی و دستگاہ کامل رکھتا تھا“

☆ امام احمد رضا: وہ اپنے وقت کا ابو حنیفہ و شافعی تھا“ وہ غزالی بھی تھا اور رازی بھی تھا“ وہ روی بھی تھا اور محی الدین بھی تھا“ وہ درس گاہ کی نوک چمک سے آتشا اور خانقاہ کے اسرار و رموز کا مہراز تھا“

☆ اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایسی کئی زندگیاں درکار ہیں وہ اور بے شمار نعمتوں میں سے ایک نادر نعمت تھے جس کے حق نگاہ قلم نے کروڑوں مسلمانوں کو کفر و مگرانی سے ہال بال مامون محفوظ کر لیا۔ آج معمولات و مراسم اہل سنت کی جو دھوم دھام ہے جس کے حسنا و برکات سے پوری دنیا اسلام مالا مال ہو رہی ہے یہ امام احمد رضا ہی کے جہاد بالقلم کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ابھی پاسبان ملت کی پیاس نہیں بجھی از خود عالم وجد میں فرماتے ہیں۔

☆ گفتگو اپنے موضوع سے بہت دور آگئی، حضور مجاہد ملت اور سیدنا امام احمد رحمہ اللہ جیسے قدسی صفات نفوس سے دل ایسا کا بندھا ہے کہ ان کی بارگاہ میں پہنچ کر نگوں اور گونا گوں جلوؤں میں گم ہو جاتا ہوں کہ بہت جلد واپسی کا امکان باقی نہیں رہتا۔

(دیوبند کی خانہ تلاشی ص ۱۹ تا ۱۱)

☆ خطیب مشرق اپنی تصانیف کا انتساب امام احمد رضا کے نام کرتے ہوئے والہانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ خطبات نظامی کے انتساب میں عشقیہ کلمات ملاحظہ ہوں۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک حیری

گھر گھر لئے پھرتی ہے پیٹام صبا تیرا

عالم اسلام کی آفاقی و عبقری شخصیت جو نواہوں اور راجاؤں کو خاطر میں نہ لاکر پوری بر ملا بیت سے کہہ گئی۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں مگلا ہوں اپنے کریم کا مرا دیں پارۂ ناں نہیں

سلطان العارفین، سید السالکین، مجدد ملت، ماضیہ ولی کامل، علم ظاہر و باطن کے سحر سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبات کا ایک ایک نقطہ منسوب کرتا ہوں۔

ملک خن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

☆ ماہنامہ پاسبان کا ”امام احمد رضا نمبر“ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کا وہ گران قدر تاریخی کارنامہ ہے جس کے ذریعہ موصوف نے تقریباً چالی

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
ابھی پاسبان ملت کی پیاس نہیں بجھی از خود عالم وجد میں فرماتے ہیں۔

☆ گفتگو اپنے موضوع سے بہت دور آگئی، حضور مجاہد ملت اور سیدنا امام احمد رحمہ اللہ جیسے قدسی صفات نفوس سے دل ایسا کا بندھا ہے کہ ان کی بارگاہ میں پہنچ کر نگوں اور گونا گوں جلوؤں میں گم ہو جاتا ہوں کہ بہت جلد واپسی کا امکان باقی نہیں رہتا۔
(دیوبند کی خانہ تلاشی ص ۱۹ تا ۱۱)
☆ خطیب مشرق اپنی تصانیف کا انتساب امام احمد رضا کے نام کرتے ہوئے والہانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ خطبات نظامی کے انتساب میں عشقیہ کلمات ملاحظہ ہوں۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک حیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیٹام صبا تیرا
عالم اسلام کی آفاقی و عبقری شخصیت جو نواہوں اور راجاؤں کو خاطر میں نہ لاکر پوری بر ملا بیت سے کہہ گئی۔
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں مگلا ہوں اپنے کریم کا مرا دیں پارۂ ناں نہیں
سلطان العارفین، سید السالکین، مجدد ملت، ماضیہ ولی کامل، علم ظاہر و باطن کے سحر سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبات کا ایک ایک نقطہ منسوب کرتا ہوں۔

☆ ماہنامہ پاسبان کا ”امام احمد رضا نمبر“ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کا وہ گران قدر تاریخی کارنامہ ہے جس کے ذریعہ موصوف نے تقریباً چالی

نمبر“ کو بھی اس سلسلہ میں اولین مافذ قرار دیا جاسکتا ہے۔ گو اعلیٰ حضرت کی ذات والا برکات پر اب تک اتنا وسیع کام ہوا اور ہو رہا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس اعلیٰ ذات پر پاک و ہند میں چھوٹے بڑے اتنے اشتیاقی ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کا شمار کاردارد۔

مجلس رضا لاہور کے پلیٹ فارم پر بہت ہی عمدہ اور تاریخی کام کا آغاز ہوا پھر ادارہ تحقیقات رضا کراچی کا قیام عمل میں آیا، مجلس رضا لاہور کی نظر بد کا شکار ہوئی تو ”رضا اکیڈمی لاہور“ ڈوبتے کوٹھکے کا سہارا ثابت ہوئی۔

اگر طوفان میں ہوشی تو ہو سکتی ہیں تدبیریں
اگر کشتی میں طوفان ہو تو کیا تدبیریں کام آئیں
کشتی، رضا کو طوفان کی زد سے بچانے کے لئے چند اہل درد و محبت آگے بڑھے جن میں ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری، علامہ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری، الحاج محمد مقبول احمد ضیائی قادری نے سنبھالا دیا اور کام رکھ نہ پایا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگا۔ یہ خادم بھی ان ہزارگوں کے ساتھ چل رہا ہے۔

رضاشن کے بے شمار گوشے سامنے آنے لگے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ”فتاویٰ رضویہ“ کی جدید منصوبہ بندی کا مرحلہ ظہور پذیر ہوا، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور، ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت و جماعت پاکستان جو گونا گوں تنظیمی صلاحیتوں کا انسٹیکو پیڈ ہیں، ان کی قیادت میں رضا فاؤنڈیشن قائم کی گئی، جس کے تحت فتاویٰ رضویہ قدیم پر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہایت تھوس اور مضبوط بنیادوں پر کام کا آغاز ہوا، عربی عبارت کا ترجمہ اور حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی طباعت شروع ہوئی۔ الحمد للہ اس وقت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء (قدیم آٹھ) جدید پیش انیس جلدیں اعلیٰ معیار طباعت سے آراستہ

اور پہلی جیسے پاک و ہند کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ علامہ محمد سعید نوری ناظم اعلیٰ رضا اکیڈمی بمبئی (انڈیا) نے متعدد جلدیں اسی کتابت کے عکسی ایڈیشن میں شائع کیں۔

اس سال ۲۴ صفر ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ مئی ۲۰ کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کا صد سالہ جشن منایا جا رہا ہے۔ اسی مناسبت کے پیش نظر رضا اکیڈمی لاہور کے ارباب حل و عقد نے فیصلہ کیا کہ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ جنہوں نے ماہنامہ پاسان کے ذریعے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں اور ۱۹۳۸ء میں پاسان کا اجرا فرما کر سنی صحافت میں سنگ میل کا کردار ادا کرنے کی طرح ڈالی تھی اور پھر ہمارے اکابر کی مسلکی خدمات کو اجاگر کرنے کے لئے پاسان کے خصوصی نمبر شائع کئے۔ ان کے مختصر سے تعارف کے ساتھ امام احمد رضا نمبر جو نہ صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیثیت مبارکہ پر مشتمل ہے بلکہ کئی اہم شخصیات کے سوانحی حالات بھی شامل کر کے اس کی قدر و قیمت میں بڑا اضافہ کیا ہے۔ لہذا امام اہل سنت کے حضور نذر محبت و عقیدت پیش کرنے کے لئے اس نمبر کو از سر نو نہایت عمدہ پیرائے میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ رضا اکیڈمی لاہور کا یہ تاریخی کارنامہ بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہاں پر ایک بات یاد رکھئے امام احمد رضا نمبر کا جب اعلان ہوا راقم الحروف اس وقت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بمبئی پور میں زیر تعلیم تھا۔ دورانِ تعلیم ایک دن میرے ایک جماعتی نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حلیہ مبارکہ پر بیہودہ سا اعتراض کر دیا۔ میں نے جواباً جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور وقتی طور پر اسے خاموش کر دیا مگر از خود میں مطمئن نہیں تھا۔ لہذا میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حلیہ مبارکہ کے متعلق معلومات کا سلسلہ شروع کیا تو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پاسان کے اس نمبر کا منتظر رہا مگر اس نمبر کا دامن بھی حلیہ مبارک سے خالی تھا۔ اسی دوران معلوم ہوا ادیب شہیر علامہ نسیم بتوی صاحب

”محمد اسلام بریلوی“ کے نام سے ایک کتاب شائع کر رہے ہیں۔ موصوف میرے مہربان دیرینہ رفیق ہیں۔ میں نے بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا حلیہ مبارکہ حاصل کر کے ان کی طرف بھارت ارسال کر دیا۔ اس کی تفصیل کے لئے موصوف کے نام جو میں نے اس سلسلہ میں خط لکھا جس کے ذریعہ پہلی بار ”محمد اسلام بریلوی“ میں حلیہ مبارکہ زیور طبع سے آراستہ ہوا اس کو من و عن پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ”حلیہ مبارکہ“ میں اس نمبر کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اور دعا کریں دیجئے کہ اللہ تعالیٰ خلیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی خدمات عالیہ کو قبولیت کے اعزاز سے نوازے۔ انہیں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور ”رضا اکینڈی لاہور“ کے اراکین و معاونین کو زیادہ سے زیادہ دینی، علمی، قلمی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ اب حلیہ مبارکہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے۔

مبلغ اسلام مولانا محمد منشا تابش قصوری

کا

ایک اہم مکتوب

محترم علامہ نسیم صاحب القادری الرضوی زید محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف!

۲۵ مارچ ۱۹۶۴ء کو بندہ نے ایک عریفہ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ کیونکہ مجھے محمد اسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا حلیہ مبارکہ دیکھنے کا اشتیاق تھا جس وقت بندہ قدوری وغیرہ پڑھتا تھا۔ ایک نام نہاد سنی طالب علم جو میرا کلاس فیو تھا۔ اس سے باتوں باتوں میں مباحثہ شروع ہوا چونکہ وہ حقیقتاً دیوبندی تھا اس لئے رشید گنگوہی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگا اور مجھے کہنے لگا تمہارے اعلیٰ حضرت کیا ہیں

مگر اس کے گستاخانہ کلام سے جو تیر میرے دل پر لگا۔ اس کے دھم کا درد تیز تر ہونے لگا۔ ہفتہ بھر اعلیٰ حضرت کا حلیہ دریافت کرتا رہا مگر نہ ملا۔ لاہور گیا وہاں سے ملک اعلیاء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ”حیات اعلیٰ حضرت“ خرید

کی من الاول الی الاخر مطالعہ کیا مگر علیہ شریف نہ ملا دن بدن میری پریشانی بڑھتی رہی پھر ایک رسالے میں ایک اشتہار پڑھا کہ خلیفہ مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی مدبر ”پاسان“ الہ آباد پاسان کا امام احمد رضا نمبر نکال رہے ہیں۔ آخر امام احمد رضا نمبر منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ بندہ نے اول تا آخر مطالعہ کیا مگر علیہ مبارکہ نہ پایا۔ زیادہ غم لگا۔ سن ۱۹۶۳ء میں پتہ چلا کہ مولانا علامہ بدرالدین احمد صدر مدرس دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ”سوانح اعلیٰ حضرت مرتب فرما رہے ہیں تو ان کی جانب بھی عربیہ لکھا کہ آپ اپنی مصنف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا علیہ مبارک ضرور تحریر فرمائیے موصوف نے جواباً تحریر فرمایا کہ اب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ حصہ اول پریس میں پہنچ چکی ہے لہذا جلد دوم میں علیہ شریف نقل کیا جائے گا۔

جلد دوم کا منتظر رہا مگر میرے عشق نے بہت مجبور کیا تو ۲۵ مارچ کو حضور مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں عربیہ لکھا کہ مجھے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علیہ مبارک کے دیکھنے کا شوق ہے لہذا نگاہ کرم فرماتے ہوئے میری گزارش کو شرف قبول بخشیں اور علیہ شریف ارسال فرمائیں مگر اس وقت حضور مفتی اعظم اپنے دولت کدے پر تشریف نہیں رکھتے تھے۔ جس وجہ سے حضرت الحاج ساجد علی صاحب قبلہ نے حضرت مولانا علامہ الشاہ حسین رضا صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے علیہ اعلیٰ حضرت لکھوا کر بندہ کی طرف روانہ فرما کر کرم فرمایا اور ساتھ ہی خط لکھا۔

اس جگہ موصوف کا مکتوب گرامی من و عن تحریر کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے:

جناب تاج صاحب

سلام مسنون! آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا حضرت مفتی اعظم مدظلہ العالی آج کل دولت کدہ پر تشریف نہیں رکھتے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر زادہ شاگرد اور خلیفہ مولانا حسین رضا صاحب ہیں۔ جنہوں نے برس برس اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی زیارت کی ان سے یہ مضمون جو اس لغافہ

میں آپ کو ملے گا لکھوا کر بھیج رہا ہوں۔

اس کو سنی اخبارات و رسائل میں چھپوا دیں۔

والسلام

از فقیر ساجد علی خاں غفرلہ

سلام ممنون و دعائے بخون مقبول باد

۶ جون سن ۶۴ء

الحاج ساجد علی خاں

بقلم حبیب رضا غفرلہ

۵ جون سن ۱۹۶۴ء

یا رسول اللہ ﷺ

مری برباد بستی کو بسا دو یا رسول اللہ
کنارے پر میری کشتی لگا دو یا رسول اللہ

مرے تاریک دل پر نور کی برسات ہو جائے
مرے قلب سیہ کو جگمگا دو یا رسول اللہ
یہ آنکھیں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے
رخ پر نور سے پردہ ہٹا دو یا رسول اللہ
گرا ہوں بحرِ عصیاں میں، گرفتارِ مصائب ہوں
مجھے اس قید سے لُٹ چھڑا دو یا رسول اللہ
رحیمِ رحیموں تم ہو، حکیمِ درد مندوں ہو
طیبِ مرضِ عصیاں ہو، دوا دو یا رسول اللہ
وفورِ شوق سے دیدار ہیں عاشقِ مدینے کے
مجھے بھی خوابِ غفلت سے جگا دو یا رسول اللہ
میرا مسکنِ مدینہ ہو میرا مدفنِ مدینہ ہو
میرا سینہِ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ
یہی آرزوئے زندگی تائشِ قصوری کی
دمِ آخرِ رخِ دنیا دکھا دو یا رسول اللہ
(تاجِ قسری)

کے شدید دورے پڑ جاتے تھے ایسے مہلک امراض خاصانِ خدا کی خاص علامت ہوتے ہیں آپ کی آواز نہایت پر درد تھی اور کسی قدر بلند بھی تھی آپ جب اذان دیتے تو سننے والے ہمہ تن گوش ہو جاتے آپ بخاری طرز پر قرآن پاک پڑھتے آپ کا طرز ادا عام حفاظ سے جدا تھا آپ نے ضاد کا مخرج جیسا ادا کیا بڑے بڑے قاریوں کا یہ کہنا ہے کہ ضاد کا مخرج ایسا صاف و ستھرا ادا کرتے کسی قاری کو نہ سنا۔ اس مخرج کی تحقیق میں آپ کا ایک رسالہ ”الحاجۃ الصادقین سنن الضاد“ بار ہا چھپ کر ملک میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

آپ نے ہمیشہ ہندوستانی جوتا پہنا جسے سلیم شاہی جوتا کہتے ہیں آپ کی رفتار ایسی نرم تھی کہ برابر کے آدمی کو بھی چلتا محسوس نہ ہوتا تھا آپ کی حیات شریفہ میں ایک بار یہ افواہ اُڑی کہ مولانا احمد رضا صاحب کو (معاذ اللہ) مرض جذام ہو گیا ہے اس افواہ کا مرکز گنگوہ بتایا جاتا ہے جب یہ افواہ بریلی پہنچی تو بریلی والوں نے اظہارِ عداوت کے اس چھوڑے اور ذلیل طریقہ پر اظہارِ نفرت کیا اور اس بے حیائی کی بڑی داد دی۔ اب اس جماعت میں کوئی نئے محقق پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے یہ اُڑایا ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ (معاذ اللہ) یک چشم تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کی آنکھیں پہلے پھٹ گئی ہیں وہ ایسی حیا سوز حرکتیں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

والسلام دعاگو

حسین رضا خاں

محلہ کانگروہ بریلی (یوپی)

امیر کارواں

از: عبدالغنی بخش رسالت راز اللہ آبادی

رازِ وحدت کا جہاں میں رازِ داں کوئی نہ تھا
امتِ فتم رسل کا پاساں کوئی نہ تھا

شیعہ تھی محفل میں روشن کوئی پروانہ نہ تھا
تھیں لب تھے سیکڑوں ساقی، بیخانہ نہ تھا

کفر کے بادل فزائے دہر پر چھائے رہے
راہِ دِ اِیمان کی راہوں سے کھڑائے رہے

چھا گیا تھا زندگی کی رگزاروں پر جود
خاک کے ذرے فلک پر چاند تاروں پر جود

سیکڑوں اہلس بھی تھے ہمیں میں انسان کے
لوٹنے والے تھے اکھوں دولتِ ایمان کے

ابر میں پوشیدہ تھا علم و یقین کا آفتاب
دے نہ سکتا تھا کوئی باطل پرستوں کو جواب

شرک تھا جب ناز کرنا احمد مختار پر
کتے ہیں تھے لوگ علم سید ابراہ پر

ہر دلی ہر غوث کو بے دست و پا سمجھا گیا
یا رسول اللہ کہتے پر تھا فتویٰ شرک کا

کفر پر اک دن مشیت کو جلال آ ہی گیا
رب اکبر کو شہ دین کا خیال آ ہی گیا

صورتیں تسکین کی نکلیں دل سیلاب سے
اک کرن پھولی اچانک چرخ پر مہتاب سے

اس کرن نے راہ ایمان کو منور کر دیا
دشت کو گلشن تو کانٹوں کو گل تر کر دیا

اس کرن کو اہل دین احمد رضا کہنے لگے
سختی اسلام کا سب نا خدا کہنے لگے

اس کا دل عشق محمد میں ہمیشہ چور تھا
رند ساقی مدینہ پہ بے پے سرور تھا

اہل سنت و الجماعت کا وہ رہبر ہو گیا
اس نے جو کچھ لکھ دیا کاندھ پہ پتھر ہو گیا

راز کے ایمان و حرمت کے نگہبان زندہ باد
زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد

فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں

زمانہ خوش دلی دریاپ دریاپ

کہ ہر دم در صدف گوہر بنا شد

میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دارالہمد اجیر شریف کی حاضری کا وہ دور
عالمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دربار
میں حاضری نصیب ہوئی اور استاد محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کی کفایت برداری
کا شرف حاصل رہا۔ اس مبارک زمانہ میں اکثر علماء و مشائخ و بزرگان دین کی زیارت
میں آتی تھی۔ انہیں بزرگوں میں سے حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
بلیہ میں جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے۔ دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے
تھے۔ موصوف کی خدمت میں حاضری ہوا کرتی تھی اکثر بزرگان دین کے واقعات بیان
فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں
ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے ان کی آمد کی خبر پا کر ان سے ملاقات کی۔ بڑی
شان و شوکت کے بزرگ تھے طبیعت میں بڑا ہی استغنا تھا۔ مسلمان جس طرح عرووں کی
خدمت کیا کرتے ہیں ان کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ
قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بفضلہ تعالیٰ میں فارغ الہال ہوں مجھے ضرورت
نہیں۔ ان کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت یہاں تشریف
لانے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا مقصد تو بوازیں تھا لیکن حاصل نہ ہوا۔ جس کا افسوس ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور شریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا خداک ابھی وامی کسی کا انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں۔ فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولانا احمد رضا خان صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقیہ حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ میں ہندوستان آیا بریلی پہنچا۔ معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ صفران کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کیلئے ہی کیا لیکن انہوں نے ملاقات نہ ہو سکی۔

اس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلی رحمتہ اللہ کی مقبولیت بارگاہ رسالت میں معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو عاشقان رسول یوں نولڑے جاتے ہیں۔

عبدالعزیز عفی عنہ

۸ ذیقعد ۱۳۷۷ھ

شذرات

(خلیب شرق علامہ) مشتاق احمد نظامی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ان اللہ بیعت علی راس البع

☆☆☆☆☆

مرور کائنات کا فرمان گرامی ہے کہ پروردگار عالم ہر صدی کے آخر میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتا اور قوم کو بھولی بھری باتوں کو یاد دلاتا ہے۔ وہ مرد حق تجدید و احیاء دین کی کھنکھ راہوں سے گزرنے میں تیر ملامت کا نشانہ بنتا ہے اور کبھی کبھی تو قید و بند کی کھنکھائیوں سے بھی اسے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چونکہ وہ کوئی سیاسی قیدی نہیں جو حالات کے تیور سے مرعوب ہو کر کلہ حق کو واپس لے لے بلکہ آمرانہ و جابرانہ طاقتیں خود اس کے قدموں پر چبھتی ہیں اور حق کا پرستار بلا خوف و لومنتہ لائم دین کی صاف اور کشادہ راہوں کو پیش کرنے میں ہزات چپاک سے کام لیتا ہے غیر تو غیر بسا اوقات اپنے بھی اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوتے ہیں مگر نہ پوچھئے اس کے عزم و استقلال کی خدا داد طاقت کی کرشمہ سازیاں کہ تہر و غضب کے بادل امنڈتے ہیں مگر برسنے سے پہلے مطلق صاف نظر آتا ہے۔ نہیں معلوم ایسے کتنے طوفان اٹھتے ہیں مگر اس کی جبین استقلال پر بل نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مختصر سی زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے جس کے باعث دنیا اسے مجدد کے نام سے یاد کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ

شیخ الحدیث العلامة الاثریہ مبارک پور (اعظم گڑھ)

(۲) یہ ایک سنت الہیہ ہے کہ آفتاب نبوت کے پردہ فرمانے کے بعد کسی قرن اور صدی کو قدری نفوس ہستیوں سے خالی نہ رکھا گیا ملت اسلامیہ کی صحیح نمائندگی و رہنمائی کے لئے ہر تیرہ و تاریک فضا میں نہ کوئی آفتاب ہدایت مطلع شہود پر آتا رہا اور وقت کی گزرتی ہوئی فضا کو سازگار بنانے میں یاہوں کہہ لیجئے کہ نظام شریعت کے سانچے میں ڈھال دینے کی انتہک کوشش کرتا رہا۔ اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے اور مجددین کی آخری کڑی میں جس کو نادر کیا جا سکتا ہے وہ تاجدار اہل سنت مجدد مائت حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور اعلیٰ حضرت کی درمیانی صدیوں میں امام شافعی امام غزالی رازی امام غزالی ابو بکر باقر قزاقی۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے مجدد الف ثانی جیسے بلند پایہ حضرات اپنے اپنے وقت میں احیاء دین فرماتے رہے اور قریب قریب ہر ایک کی تاریخ میں یہ قدر مشترک نظر آئے گا کہ آسمان ہدایت کے ان چمکتے ہوئے ستاروں پر غبار ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ مگر (الحق یعلو ولا یعلیٰ) حق خود بلند ہوتا ہے۔ وہ کسی کے بلند کرنے سے عظمت و رفعت کی چٹان پر نہیں پہنچتا اور نہ تو کسی باطل کی ہوا نیازی سے اس کی صداقت پر پردہ پڑتا ہے۔ دنیا کی فرعونی طاقتوں نے ان کا مقابلہ کیا آخرش ایک صحیح امت ایسی نمودار ہوئی جس کی روشنی پر تاریکی کا پردہ نہ پڑ سکا اور ان کے کارنامے نمایاں کے سامنے غیروں کی بھی گردنیں جھک گئیں۔ چنانچہ تاجدار اہل سنت کے متعلق آج بھی مخالفت کے باوجود اکابر علماء دیوبند یہ کہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ تھے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس کا کوئی گوشہ بھی نشہ نہ چھوڑا۔

☆☆☆☆☆

(۳) قلم کی پختہ کاری کا اعتراف ہی اعلیٰ حضرت کی شان تجدید پر روشن دلیل ہے چونکہ

اس کا مجدد ہونا حسن صورت یا امارت و ریاست یا کثرت تلاوہ و حلقہ علمی و سنت غرض کہ اس قسم کے دوسرے عوارضات پر مبنی نہیں۔ بلکہ شعور علم کا تاجدار جس وقت سیف قلم لے کر روزگاہ حق و باطل میں امترا ہے۔ اپنے تو اپنے مہموں نے بھی کھٹنے ٹیک دیئے اور تجدید نام ہی ہے۔ انسان کی اس صفت اور اس کی قوت سے وہ وقت کی بڑی سے بڑی طاقت پر قابو یافتہ ہو کر حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔ یہی وہ جوہر ہے جو اعلیٰ حضرت کی تصنیف و تالیف تقریر و تحریر میں نمایاں حیثیت سے اجاگر ہے اور اس جوہر گراں مایہ سے ہر انسان کا دامن نہیں بھر پور ہو سکتا جس نے درس نظامیہ کی کتب شہادہ کی حرف و حرف تعلیم حاصل کی ہو۔ یہ خدا کی ایک بخشی ہوئی طاقت ہے جو احیاء سنت کی خاطر کسی برگزیدہ بندے کو دی جاتی ہے۔ (فالک فضل اللہ یوبہ من یشاء) یہ اللہ کا ایک فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ انہیں برگزیدہ شخصیتوں میں فاضل بریلوی کا بھی نام نامی ہے۔

☆☆☆☆☆

الحمد ہے دینی کی مہیب فضا کفر و شرک کی گھنگھور گھاٹت و دہلیز کی مطلق الزمان مارکیٹ جس میں شرک و بدعت (کلمے سیر بھاجی کلمے سیر کھاجا) کی جگہ لے لی تھی۔ بات بات پر شرک و بدعت کے فتوے دیئے جاتے استبداد و عناد میلاوہ قیام ختم نبوت و علم و غیب جیسے قطعی الدلائل مسائل پر نہ صرف قلم و قال کے دروازے کھل گئے تھے بلکہ اخبار و پریس کی طاقت و نیز حکومت وقت کے ایماء و اشارے پر سچے بچے مسلمانوں کو بدعتی و شرک کہا جاتا تھا اور یہ فتوے کیوں نہ دیئے جاتے (سیاں بھئے کوٹوال اب ڈرکا ہے کا ہے) انگریزوں سے ساز باز تھا۔ علماء اہل سنت اپنی پوری طاقت سے انگریزی سراج کو مٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ مہادہ طیل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی بنگالیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے جس کی پاداش میں دریائے شوریٰ میں بیسیس جھیلیں پڑیں اور بہت سے

حق پرست مسلمانوں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ علمائے اہل سنت کا شیرازہ منتشر تھا۔ اک جبری فتنہ ہو چکی تھی۔ تنظیم کلکولے کلکولے ہو گئی تھی۔ ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر و آفاقتہ دار ملک کی دوسری فقہانگیز جماعت انگریزوں کے ہاتھ کہ پٹلی بن چکی تھی۔ برطانیہ کی گورنمنٹ کی نوازشات سے دامن بھر رہا۔ موقع غیبت جان کر عقائد کا جال بچھانا شروع کر دیا۔ اب اس کے پاس دارالعلوم تھا اور جدیدہ کا جھٹکا بھی تھا۔ طفل مکتبہ مصنف بن چکے تھے پر کتاب پر ہنگامہ اڑا بر عبارت پر مکالمہ بازی کا بازار گرم ہوتا۔ حفظ الایمان کی ایک گندہ و توہین آماج عبارت پر بسط البیان، توفیق البیان، مکالمہ الصدر بن حبیبہ نہیں معلوم کتنے رسالے و پمفلٹ کو چہ و بازار میں آچکے تھے۔ کسی طرح عوام کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا اس لئے نئے نئے ٹگوفٹ لکھانا اور نئی نئی سٹیجیاری جھڑانا مصلحت و دقت کا عین تقاضا تھا۔ کبھی علم غیب پر حملہ ہو تو کبھی فتنہ ختم پر۔ کبھی شان نبوت کی تنقیص ہے۔ کبھی عظمت و ولایت کی توہین۔

☆☆☆☆☆

(۵) غرض کہ زمین ہند ماتم گسٹھی چرخ کہن لوحہ گر تھا۔ قدی صفات فرشتے رحمت باری کے منظر تھے۔ اہل سنت کا کلیچہ رخشوں سے چور تھا۔ حق پرستوں کی آنکھ سادہ بھادوں کی جھری تھی۔ عقیدت مندوں کا سینہ تالان کمان تھا۔ رسول پاک کے فدائی مایا بے آب تھے۔ حرمت نبوت پر جان دینے والے گمراہ رہے تھے۔ عظمت ولایت پر مریشہ والے سک رہے تھے اس طرف اپنی یا رسول اللہ کے نعرے تھے یا نبوت اللہ کی صدا میں تھیں اور دوسری طرف انگریزوں کی گود میں بیٹھ کر تیرکمان کی مشق جاری تھیں..... مقابلہ آسان نہ تھا نجدیت کے علاوہ ان سفید چڑے والوں سے بھی مقابلہ تھا۔ جن کا دل تو بے کی کا لکھ سے زیادہ سیاہ اور سنگریزوں سے زیادہ سخت تھا۔

☆☆☆☆☆

مگر مرد سون کی آہ رنگ لاکر رہی۔ اہل سنت کے آئینہ و کرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے۔ یہاں تک کہ سرزمین بریلی کا مقدر اوج ثریا سے بھی بلند ہوا۔ شب دجور کے پردے چاک ہوئے۔ ”پہنچی“ ملگرمسودار ہوئی“ کرن ضیا پاش ہوئی“ آسمان دہانت پر ایک نیا ستارہ چکا۔ بے علم میں ایک روشن چراغ منور ہوا۔ ہندستان مجددیت میں ایک شاداب پھول کھلا۔ جس نے غم و غم کو چھپایا اور جنوب و شمال کو اپنی عطر تیزیوں سے مہکایا۔ آیا کون آیا وہ ہی جس پر دنیا سلیف عقیدت کے ہار چھاتی ہے ہاں وہ آیا۔ جو سفینہ مسیت کا ناخدا بن کر آیا۔ جو قلم کا بادشاہ اور زبان کا دھنی بن کر آیا۔

س کو ہماری زبان میں تاجدارِ اہل سنت مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت عبدالمصطفیٰ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن کا نام آج بھی زندہ ہے اور قیامت کی صبح تک اہل ان کی عظمت و شوکت کی پرچم کشائی ہوتی رہے گی۔

☆☆☆☆☆

(۷) ویسے تو اعلیٰ حضرت کی زندگی بیکر علم و عقلی عملی علماء عرب و ائمہ نے خزان عقیدت پیش کیا۔ جس کی ادنیٰ شہادت حسام البحرین ہے۔ جس میں علمائے عرب نے اعلیٰ حضرت کے قاتلے کی نہ صرف تعہد بقی فرمائی بلکہ آپ کے علمی فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے تقریظات کا حصہ بھی شامل فرمایا۔ لیکن آج ہمیں اس مسئلہ پر توجہ کرنی ہے کہ وہ کون سے خصوصی علل و اسباب ہیں جس کی بناء پر دنیا امام اہل سنت کو کھردہ ماننے پر مجبور ہے۔ اس موقع پر مجھے اپنی بے باستگی کا پورا پورا احساس ہے کہ میں ایسی سنگاخ زمین میں قدم رکھ رہا ہوں جس کا میں قطعی طور پر اہل نہیں۔ محترم مجلس مفتی ظفر علی صاحب نعمانی نے پہلے دارالعلوم امجدیہ کراچی کا مدرسہ چیکٹ جس وقت مجھے موصول ہوا اور کتاب کے سرورق ”حیات اعلیٰ حضرت“ پر نظر پڑی تو فوراً روشنی میں اوراق گردانی کرنے لگا۔ مگر اپنی حراں نصیبی کے جس عنوان کا

مستلاشی تھا وہ مجھے نہ مل سکا۔ یعنی اعلیٰ حضرت کی شان تجدید۔ میرے خیال میں یہ اول کا سب سے اہم اور ضروری باب یہی تھا کہ اعلیٰ حضرت کی تجدیدیت پر یہ حاصل گفتگو کی جاتی۔ اس کے بعد زندگی کے دوسرے گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی۔ ہو سکتا ہے بعد کے دوسرے نسخوں میں حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب قبلہ پر پُسل جامعہ لطیفہ کشمیار نے اس خصوصی مسئلہ پر گفتگو فرمائی ہو۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا تو کتبہ کراچی کو چاہیے کہ وہ موصوف سے اس عنوان پر ایک علمی و تحقیقی مقالہ لے کر دوسری یا تیسری جلد میں شامل کر دے۔ ورنہ میری نگاہ میں حیات اعلیٰ حضرت ایک عالم و فاضل کی تاریخ تو کہی جائے گی مگر وہ کسی مجدد کی تاریخ نہ بن سکے گی۔ ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شان تجدید پر محققانہ گفتگو کی جائے۔ یہ تنقید و تبصرہ نہیں۔ بلکہ اپنی رائے ناقص کا اظہار ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

☆☆☆☆☆

(۸) اعلیٰ حضرت کے عہد زندگی پر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے انداز سے گفتگو کی ہے۔ لیکن وہ کیا نہ تھے میری نگاہ میں اعلیٰ حضرت چھستان علم و ادب کے ایسے شاداب و بے مثل گلدستہ ہیں جس کی وجہ سے انہیں مجمع حسان اور جامع کلمات کہا جاسکتا ہے۔ تہجہ عالم جید فاضل مفتی دوران، مناظر اعظم، فقیہ زمان، ماہر فلکیات، جامع مقبول و مقبول آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، غرض کہ عربی گرامر سے لے کر ادب، معانی و بیان و بدیع، فقہ، تفسیر و حدیث، منطق و فلسفہ، علم جفر و تعمیر بیات و ریاضی سب پر یکساں نگاہ تھی اور ہر ایک میں ایسی دستگاہ کامل حاصل تھی کہ کوئی ہم عصر اس باب میں آپ کا ہم پلہ نہیں۔ لیکن ان تمام حسان کے ساتھ ایک اور بھی ایسی وہمی و وجدانی طاقت قدرت کی طرف سے ودیعت تھی۔ جو اعلیٰ حضرت اور آپ کے دوسرے ہم عصر علماء کے درمیان خط فاضل کھینچتی ہے۔ وہ ہے آپ کا مجدد کامل ہونا۔

☆☆☆☆☆

کی تاریخ کو جانچنے و پرکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے گرد و پیش دل پر لڑی نگاہ رکھی جائے تاہنیکہ اس کے صحیح ماحول کا اندازہ نہ ہو سکے گا اس سبب اس کے کار تجدید پر بحث کرنی دشوار ہوگی۔

اعلیٰ حضرت کی زندگی کا خلاصہ یا نچھڑا حقائق حق و رد و ابطال ہے۔ زندگی سے مراد اعلیٰ صلیب و تالیف تقریر و تحریر روایات جو یکے بعد دیگرے ہم تک پہنچی ہیں۔ ملک رد و ہابیہ کا تعلق ہے اس خصوص میں اعلیٰ حضرت کے متقدمین میں علامہ فضل بن آدمی و مولانا فضل رسول بدایونی کا بھی نام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن علامہ فضل حق کی تاریخ پر ان کا عیاذہ کرنا رائے غالب ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش کا نگاہ اول جائزہ لے سکتے، اور مولانا فضل رسول بدایونی کی زندگی پر تصوف و کشف و کومات کی ایسی بین خلاف چہمسی ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش خود بخود اس میں گم ہو جاتے ہیں۔ علامہ فضل حق خواص کی نگاہ میں ایوان محلول کے سکسیر سمجھے جاتے ہیں اور تاریخ میں حقیقہ کی نظر میں آزادی ہند کے تاجدار اول تصور کئے جاتے ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی علماء کے طبقہ میں جید عالم اور عقیدت مندوں کے جہر میں مرشد کامل کی جگہ پاتے ہیں۔ لیکن امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب عالم شریعت شیخ طریقت معلّم و معلم راجی و رعایا، عالم و محکم ایک پروفیسر و پُسل سے لے کر تاجر و مل مزدور تک کی نگاہ میں مجدد کامل سمجھے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۰) میں نے متقدمین کی فہرست میں کسی اور کا اضافہ اس لئے نہیں کیا چونکہ اصول موازنہ کا آئینی تقاضا ہے کہ خدا کا نقاد، طیب کا طیب اور پروفیسر کا پروفیسر سے موازنہ کیا جائے غرض کہ دو ایسے مقابل جو کسی ایک وصف میں شریک ہوں یا امکان شرکت ہو ایسی ہی شخصیتوں کو ایک دوسرے کے مقابل لایا جاسکتا ہے چونکہ اعلیٰ حضرت کے کار تجدید میں نمایاں پہلو عتادہ باطلہ کی تردید کو حاصل ہے اور اس

بارے میں اگر کسی کو آپ کا شریک و سہم قرار دیا جاسکتا ہے تو علامہ فضل حق اور مولانا فضل رسول کو لیکن ان دونوں کی زندگی میں یہ حصہ جزوی حیثیت سے نظر آتا ہے اور اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی احیاء سنت اور رد ابطال کی آئینہ دار ہے۔ یہ موازنہ سن جیٹ تھوید نہیں ہے بلکہ محض رد و ہابیہ کے مخصوص شعبہ سے متعلق ہے۔

امام اہل سنت کا کار تجدید ۱۳ برس کی عمر سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ اوائل عمر میں جو داغ بیل ڈالی گئی زندگی کے آخری حصے میں پروان چڑھ رہی۔ اللہ اکبر نہ پوچھئے اس مرد حق میں کی عبادت تاریخ کہ زمین ہند پر نہ معلوم کتنے صاحب کمال آسمان بن کر چھائے تھے۔ مگر شیر حق کی ایک گرج نے زمین ہند کی کایا پلٹ دی۔

☆☆☆☆☆

(۱۱) فرنگی محل کی عظیم ترین شخصیت جس کو آج ہارسلف کہا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالہاری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی سیاسیات کا بہتا ہوا دھارا نہ سمجھ سکے جس وقت ہندوستان کے محبوب لیڈر مولانا محمد علی جوہر اور ان کے دوسرے حواریں تحریک خلافت کی قیادت اپنے ہاتھ لے ہوئے تھے اور کانگریس کے مایہ ناز لیڈر ان بھی ترکی و برطانیہ جنگ کے احتجاج میں ہندی مسلمانوں کے دوش بدوش تھے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا عبدالہاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک خلافت کے ایک جزو بن گئے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی عاقبت اندیش نگاہ مستقبل سے آنا نہ تھی۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نسیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو وجہ عصر حضرت مولانا عبدالہاری علیہ الرحمہ کی خدمت گرامی میں بھیجا گیا کہ مولانا اپنے الفاظ سے رجوع فرمائیں۔ قربان چاہیے ان حق پرستوں کی لٹہ پر کہ نہ تو توبہ لینے والے کو کسی شخصیت کے سامنے جھک اور نہ تو رجوع کرنے والے کو کسی قسم کی شرم و عار یہ ہے اعلیٰ حضرت کی وہ جرات

ہاں جس کے سامنے اکابر علماء کی گردنیں جھک گئی تھیں۔

۱۲ اگر ایک طرف مولوی شبلی نعمانی کا قلم آزاد خیال طبقے سے خراج عقیدت حاصل کر رہا تھا تو دوسری طرف اعلیٰ حضرت کا زور قلم علماء عرب و عجم کو دھوکے لگوانے رہا تھا کہ قلم کی وہ پختہ کاری جو اعلیٰ حضرت کی تصنیف و تالیف میں پائی جاتی ہے وہ سری جگہ نظر نہیں آتی۔

مولوی شبلی نعمانی کی تالیفات سے سیرت النبی مایہ ناز تالیف ہے۔ لیکن ارباب فکر و علم پر یہ حقیقت غنی نہیں کہ سیرت النبی میں مولانا شبلی نے مسئلہ معراج پر گفتگو کرتے ہوئے ناقص روایات کا تسلسل باندھ دیا ہے۔ مگر اس فیصلہ میں ان کا قلم خاموش ہے کہ دل محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپا معراج جسمانی تھی یا روحانی ہے ایک مولف کی بہت بڑی کمزوری ہے بلکہ ایسی صورت میں اس کی عدم تحقیق اس کا کتمان حق تصور کیا جاتا ہے۔ اگر سیرت النبی میں واقعات کی فراہمی ہی کو قائل ہوتا تو میں اس مسئلہ کو نہ بیخیرتا۔ لیکن حضور کی ولادت سے متعلق ۹ ربیع الاول کی اپنی تحقیق پیش کرنا یا دائرہ ہجرت پر گفتگو کرتے ہوئے عارثر پر کہوت کے انذار دینے سے انکار یا مجروح حق اقرار کی روایت پر جرح کرنا وغیرہ وغیرہ اور مسئلہ معراج میں روایتوں کی فراہمی کے بعد اظہار حقیقت میں خاموش رہنا کچھ تو ہے "جس کی پردہ داری ہے" کا مصداق ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے قلم میں نقل روایات کے ساتھ حکم اور قوت فیصلہ کی بے پناہ طاقت موجود تھی۔ یہی وہ طاقت ہے جو دوسرے علماء کے درمیان اعلیٰ حضرت کو شرف امتیاز بخشتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳) بات بہت دور آگئی۔ مقصود صرف یہ ہے کہ اب اعلیٰ حضرت کو ایسے ماحول میں دیکھنا ہے جہاں وقت کے ممتاز لوگ اپنے اپنے علمی فنی و کمال کی داغ بیل دے رہے تھے البتہ ایک میں سے بیٹے نام پیش کئے جس میں کسی کو مجید نہیں کہا گیا خواہ وہ علامہ شبلی ہوں یا مولانا محمد علی یا حضرت مولانا عبدالہاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ان میں سے مورخ ہے۔ دوسرا سیاسی لیڈر اور تیسری ذات گرامی تاجر عالم اور شیخ

طریقت۔ ہاں ایک نامی باقی رہ گیا جس کو ہندوستان کی ایک مخصوص ٹولی اپنا خانہ ساز مجدد تصور کرتی ہے۔ وہ بہشتی زیور کے مولف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تھانوی صاحب کا موازنہ کس حیثیت سے اعلیٰ حضرت سے کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳) ہاں اگر ہر کی مخالفت کرنے والا مجدد ہو سکتا ہے تو تھانوی صاحب نے مسئلہ املا و قیام وغیرہ میں اپنے روحانی باپ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی مخالفت کی ہے اس نوح سے انہیں مجدد کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کی اصطلاح میں ایسے مولف کو مجدد کہتے ہیں جس کی عبارت میں نہ صرف ایہام توہین بلکہ رسول پاک کی کھلی ہوئی توہین ہو تو حفظ الایمان کے مولف شام رسول جناب تھانوی صاحب کو مجدد کہا جا سکتا ہے جس میں سرور کائنات کے علوم غیبیہ کو نانو پاگل جنوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ العباد باقہ من ذالک اگر آپ کی اصطلاح میں مجدد ایسے مصلحت اندیش کو کہتے ہیں کہ جب تک زمین سازگار نہ ہو کشتان حق کیا جائے اور اپنے عقائد باطلہ پر پردہ ڈال کر زمین بنائی جائے تو کان پور کی سرزمین پر تھانوی صاحب نے پہلے اسی اصول کو برتا ہے جیسے جیسے زمین غنی گئی شرک و بدعت کو رواج دینے لگے۔

اگر آپ کا یہی اصول ہے کہ دین میں نئی بات پیدا کرنے والا مجدد ہے خواہ وہ بدعات و منکرات ہی کا رواج کیوں نہ دیتا ہو تو مجھے معاف فرمائیے۔ ایسے مجدد کی پہلی کڑی حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی ذات گرامی نہ قرار پائے گی بلکہ ایسے مجدد کا رشتہ تو ابو جہل اور یزید سے جوڑنا پڑے گا اور اگر تعصیف و تالیف کی کثرت و بہتات پر نگاہ ہے کہ تھانوی صاحب نے بہت سے رسائل لکھے ہیں تو معصف اپنے قلم سے پچھانا جاتا ہے اس اصول کے پیش نظر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دسترخوان کرم کے خوشہ چیں فتیہ اعظم مولانا امجد علی صاحب کے بہار شریعت اور تھانوی صاحب کی بہشتی زیور کا اگر

یا جائے تو یہ ادعا غے محض نہیں بلکہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ بہشتی زیور کے پر بہار شریعت کا ایک حصہ ورنہ ہے بلکہ دس حصے کو بہار شریعت کے ایک حصے دینی نسبت نہیں۔

اب میں آپ کی زبان عدالت کا فیصلہ چاہتا ہوں کہ جس کی معرکہ الاراء تصنیف بہار شریعت کے مقابل نہ لائی جا سکے وہ قادیانی رضویہ کے مقابل کس طرح لائی جا سکتی ہے جس کی ایک ایک سطر میں علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ محفوظ ہے۔ اب آپ ہی لائیے کہ اعلیٰ حضرت اور تھانوی صاحب کے درمیان وہ کون سا قدر مشترک ہے جس کی بناء پر ایک دوسرے کے مقابل لایا جا سکے۔ اس لئے جمہور علماء کا اتفاق رائے یہ آخری فیصلہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بغیر کسی موازنہ نہ اس صدی کے مجدد کامل تھے۔

مگر یہ واضح رہے کہ اس آخری صدی کے مجدد کی شان ہی نرالی تھی۔ پوری زندگی احیاء سنت اور فرقہ باطلہ کی تردید میں مگر نوک قلم پر کبھی ایسا بات نہ آئی۔ جس سے اشارہ و کنایہ یہ سمجھا جا سکے کہ یہ شخص اپنے کو مجدد کہلانا چاہتا ہے لیکن آج ایسے بھی صاحب قلم ہیں جو اپنی کتاب ہی کا نام تجدید و احیاء دین رکھتے ہیں۔ جیسا کہ جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی تاکران کی جماعت کتاب کا نام یہ دیکھ کر انہیں مجبور کہہ سکے۔ اے پروردگار عالم جب تک آسمان کے ستاروں میں چمک اور سرخزادوں میں کونوں کی کوک اور مینیا کی ترنم خیز صدائیں گونج رہی ہوں۔ اے کائنات کے پلہار جب تک سمندر کی روانی اور رخ سمندر پر پھیلوں کا کھیل کود ہو۔ اے خالق کائنات جب تک کائنات کی چاہل و چال اور گردش میل و بہار ہو۔ اے رب کرم جب تک صحن گلشن میں کلیوں کی مسکراہٹ اور پھولوں کے حسین تھقے پر پھلوں کی نوا بجی ہو۔ اس وقت تک آقائے نعمت سیدی مولائی تاجدار اہل سنت مجددین و ملت مولانا شاہ عبدالمصطفی محمد احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر ترے رحم و کرم کے پھولوں کی بارش ہو۔

آمین ثم آمین۔

تحفہء سلام

برامام اہل سنت مجددین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان

صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تجدید ملت کی

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تبلیغ سیرت کی

سلام اس پر کہ جس نے راہ دکھائی شریعت کی

سلام اس پر کہ جس نے راہ بتلائی طریقت کی

سلام اس پر کہ جس نے عزت شان نبوت کی

سلام اس پر کہ جس نے حرمت جان رسالت کی

سلام اس پر کہ جس نے رہبری کی اہل سنت کی

سلام اس پر کہ جس نے شرم دکھ لی دین و ملت کی

سلام اس پر کہ جس نے رمز قرآنی کو بتلایا

سلام اس پر کہ جس نے معنی مستور سمجھایا

سلام اس پر کہ جس نے حل کئے عقدے مسائل کے

سلام اس پر طریقے جس نے بتلائے دلائل کے

سلام اس پر کہ جس نے رو کئے باطل عقائد کو

سلام اس پر کہ کچلا جس نے ان حشود و زوائد کو

سلام اس ذات پر جو واقف سر حقیقت تھی

سلام اس ذات پر جو ہادی راہ طریقت تھی

سلام اس ذات پر جو بزم آرائے شریعت تھی

سلام اس ذات پر جو پاسان دین فطرت تھی

سلام اس ذات پر جو صاحب عشق نبوت تھی

سلام اس ذات پر جو شارح حسن و محبت تھی

سلام اس ذات پر جو چشمہ جان عقیدت تھی

سلام اس ذات پر جو صاحب حسن بصیرت تھی

سلام اس پر کہ جس کے رو برو خم یہ زمانہ ہے

اور اس کینچی کو بھی جس سے عقیدت والہانہ ہے

از: جناب ڈاکٹر کینچی صاحب بکسری شاہ آبادی

سیدنا امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجددیت

اس اہلیت سے ہونے کی ضرورت نہیں نہ مجتہد ہونا لازم لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ کسی صحیح عالم فاضل علم وقنون کا جامع اشہر مشاہیر زمانہ بے لوث حامی دین بے خوف قاطع بین ہوتی کہنے میں نہ خوف لوم نہ لائم ہو نہ دین کی ترویج میں دینیو منافع کی طمع متلی کار شریعت و طریقت کے زور سے آراستہ روزاں و خلاف شرع سے دل برداشتہ و دین حسب تصریح علامہ شی محمد کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہوا اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں وہ مشہور معروف مشار الیہ المانان ہو محمد کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ علماء عصر قرائن احوال اور اس کے علوم سے اہتمام دیکھ کر اس کے محمد ہونے کا اقرار کریں اس لئے محمد کو علم ربیہ ظاہرہ باطنہ کا عالم حامی اہلسنت قاطع البدعہ ہونا چاہیے لیکن یہ ضرور نہیں کہ محمد ہر صدی پر ایک ہی ہو لہذا ہو سکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ شعبوں کے محمد ہوں کھٹا قالہ المناوی و جلال مکان او اکتھو علامہ محمد طاہر مفتی مجمع ہمارا الانوار میں فرماتے ہیں من یجد دلہا دینہا کے صدق میں علماء نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اس کو اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ علوم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہاء کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اس لئے کہ امت کو اولی الامر یعنی خلفاء و محدثین قراء واعلمین زیاد سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اس کل ملائے سب سے مراد یہ ہے کہ صدی گزرے اور محمد زندہ مشہور عالم ہو اور حدیث شریف میں اشارہ اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے جو ہر سو برس کے سرے پہ ہوئے ہیں تو (۱) محمد ملائے اولی حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور فقہاء دھشتین و غیرہم سے بے شمار ہیں اور (۲) محمد ملائے ثانیہ خلیفہ مامون رشید حضرت امام شافعی امام حسن بن زیاد و اصحاب ماکہ کل بن مویٰ یحییٰ بن معین حضرت معروف کوفی اور (۳) محمد ملائے ثالثہ خلیفہ مقتدر باللہ حضرت امام ابو جعفر طوسی حنفی امام ابو الحسن اشعری امام نساوی اور (۴) محمد ملائے رابعہ خلیفہ قادر باللہ امام ابو حامد اسفرائی ابو محمد خوارزمی حنفی اور (۵) محمد ملائے خامسہ خلیفہ باللہ حضرت امام غزالی قاضی فخر الدین حنفی و غیرہم و شیخ الاسلام بدر الدین ابدال و سالہ مرضیہ فی لعرۃ مذہب الاشعریہ میں فرماتے ہیں کہ محمد معاصرین کے غلبہ ظن سے

صحیح حدیث میں روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ بیعت لہذہ الامۃ علی داس کل حائۃ مسنۃ من یجد دلہا دینہا ینکح اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دن کو اُسر نو نیا کر دے گا رواہ ابو داؤد و الحاکم فی مستدرک و التہذیب فی المعرفۃ ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین سیوطی فی البایع الصغیر فی حدیث البشیر البزید المدخل و حسن ابن سفیان و الزاہد فی مسانیدہم و الطبرانی فی المعجم الاول و وسط و ابن عدی فی الکامل و ابو نعیم فی اہلیہ علامہ حنفی حاشیہ سراج البصیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے بن محمد میں نے اس کی محنت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابو الفضل عراقی علامہ ابن حجر تخریج علماء میں سے اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور تہذیب صاحب مدخل حنفی میں محدثین سے ہیں امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ السعود حاشیہ ابو داؤد میں فرماتے ہیں اتفق الحفاظ علی تصحیحہ حفاظ محدثین کا اتفاق ہے حدیث کی صحیح پر اتفاق ہے علامہ شیخ علی ابن احمد عزیزی سراج منیر شرح جامع البصیر میں فرماتے ہیں کہ لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے اس لئے کہ اول صدی کے محمد بالاطلاق خلیفہ راشد خاص الخلفاء المرشدین حضرت سیدنا عمر ابن عبدالعزیز ہیں جن کی ولادت ۹ھ اور وفات ۱۰۱ھ میں ہے اور محمد یزدین کے یہ معنی ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ کو دینی فائدہ ہو جیسے تدریس و عطا امر بالمعروف نہی عن المنکر لوگوں سے مکروہات کا دفع اہل حق کی امداد محمد کے لئے

پہچانا جاتا ہے اس کے قرآن احوال اور اس کے علم کے انشاع کے سبب سے اور نہیں اور
 ہے مجدد مگر عالم علوم دینیہ ظاہرہ و باطنیہ کا جو ناصر سنت اور قاض بدعت ہو پھر کبھی نہ
 سارے جہاں میں فقط ایک ہی ہوتا ہے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمران عبدالعزیز رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدد بالافاق ہیں اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی ہیں اس
 لئے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں تمام علماء سے اہم و افضل تھے اور کبھی مجدد
 دو یا جماعت ہوتی ہے اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہو سکا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی
 کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو لیکن مجدد جب ہوگا تو اس المانیہ پر
 ہوگا کیونکہ عموماً ایسا ہی کہ صدی ختم ہوتے ہوتے علماء امت بھی ختم ہو جاتے ہیں دینی
 باتیں منہ بکلی ہیں بد مذہبی و بدعت ظاہر ہونے لگتی ہے اس وقت دین کے تجدید کی
 ضرورت پڑتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کرتا
 ہے اور علی الاعلان ان برائیوں کو سب کے سامنے بیان کر کے دین کو از سر نو نیا کر دیتا
 ہے وہ سلف صالحین کا بہتر عوض غیر الخلف نعم الہدل ہوتا ہے۔ اھ امام جلال الدین سیوطی
 مرتقاۃ البعوض شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علماء نے
 حدیث ان اللہ بیعت لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا کی
 تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا ہے اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف
 جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو تو ہر ایک اپنے مذہب کے حامی و ناصر کی
 طرف مائل ہوئے اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول
 کیا جائے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک من یجدد لہا دینہا
 کا اقتضا نہیں ہے کہ صدی کے سرے پر مجدد فقط ایک ہی شخص ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے
 اور کبھی ایک سے زائد اس لئے کہ امت کا اصل انشاع اسور دین میں ہے لیکن اس کے
 سوا دوسری امور میں بھی انشاع بہت ہوتا ہے۔ مثلاً اولوالامر اہل حدیث قراء و واعظین
 مابہ ذابہ لوگ اپنے فنون سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے لیکن نہیں اس
 لئے کہ اصل دین میں فقط قانون سیاست ہے اور اشاعت عدل و انصاف ہے جس کی

ایات ہوتی ہے اور زیادہ اپنے عقول سے امت کو نفع پہنچاتے ہیں اور
 ان پر اجماع ہے ہیں اور دنیا میں زہد کرنا سکھاتے ہیں تو بہتر اور تمکک یہ بات
 امت کا ہر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر حدوث و ظہور کی طرف
 ہر لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں و خرابیوں و بے دینیوں کو بتا کر
 ان کو یہ دیکھ کر یں گے لیکن باہمنہ یہ ضرور ہے کہ مجدد وہی شخص ہوگا کہ صدی کے
 میں عالم مشہور مشاہیر ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں اس کی طرف اشارہ
 ہوں اور ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علماء ہوں گے جو
 خدمت میں منہمک ہوں گے لیکن مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو
 گی صدی شروع ہو اس وقت وہ عالم مشہور زندہ اور مشاہیر الیہ ہو اھ ماہ رجب
 ۱۱۶۱ھ میں سلطنت سے مولوی ابو علی محمد عبدالوہاب صاحب نے جناب مولانا عبدالحی
 صاحب لکھنوی فرنگی علی مرحوم مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتاء
 کیا تھا جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں جو مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ۱۵۳۱ھ میں مع
 جواب مکتوب ہے اس جگہ مختصراً نقل کرنا غالی قائدہ سے نہیں حدیث ان اللہ بیعت لہذہ
 الامۃ الخ میں راس آخری صدی مراد ہے یا راس آغاز صدی اور مجدد کے شرائط اور
 علامات کیا ہیں اور پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون کون مجدد ہوئے ہیں اور مولوی
 امین الدہوی اور ان کے سیر سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں علامہ لکھنوی نے ان
 شرائط کے سبب ذیل جوابات دیئے ہیں راس مائتہ سے مراد بالافاق محدثین آخر صدی
 ہے اور مجدد کے شرائط و علامات میں ہیں کہ علوم ظاہرہ و باطنیہ کا عالم ہو اور اس کے دوسرے
 تدبیریں تالیف و تصنیف و عطف و تذکیر سے نفع شائع و ذائع ہو اور احیائے سنت اور امامت
 بدعت میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کی آغاز میں اس کے علم کی
 شہرت اور اس سے انشاع معروف و مشہور ہو پس اگر آخری صدی نہیں پایا ہے اس سے
 اس زمانہ میں انشاء احیائے شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجدد دین کی صفت سے خارج سمجھا
 جائے گا اور اس حدیث کا مورد و صدق نہ ہوگا اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا (اس

کے بعد عبارت شیخ الاسلام بدر الدین و مرقاۃ البصائر امام جلال الدین نقل کر کے فرما
 ہیں (ان عبارت سے واضح ہوا کہ سید احمد بریلوی کی ولادت ۱۲۰۱ میں ہوئی
 ان کے مرید اسماعیل دہلوی وغیرہ مصداق حدیث میں داخل نہیں ہیں مولوی اسماعیل
 دہلوی کی ولادت ۱۱۹۳ میں ہوئی اور دونوں کا انتقال ۱۲۳۶ میں ہوا تو سید احمد صاحب
 نے کوئی آخری صدی نہ پایا اور مولوی اسماعیل آخری صدی میں فقط سات سال کے تھے
 اس لئے مجدد کے لئے ضرور ہے کہ آخری صدی اور دوسری صدی کے شروع میں
 اس صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نقش عام ہو اور اس کا اشتہار تام اور ان دونوں کی
 تیرہویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی اتنا زمانہ گزرا علماء نے تعین مجددین میں اس
 صفت کا لحاظ کیا ہے جس کی تفصیل علامہ حافظ بن حجر عسقلانی کے رسالہ مسکبہ الفوائد
 فی منہجہ اللہ لحدود الامام جلال الدین سیوطی کے رسالہ مسکبہ بمنہجہ
 اللہ علی داس الحائثہ وغیرہ میں ہے ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ (۱) مجدد
 مائید اولی بالافتاح خلیفہ راشد حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور (۲)
 مجدد مائید ثانیہ افتاق امام شافعی تھے اور (۳) مجدد مائید ثالثہ قاضی ابو العباس ابن شریک
 شافعی امام ابو الحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری تھے اور (۴) مجدد مائید رابعہ امام ابو بکر بن
 الباقلائی اور ابو الطیب مصلوکی وغیرہ تھے اور (۵) مجدد مائید خامسہ امام محمد بن محمد غزالی تھے
 اور (۶) مجدد مائید سادسہ امام فخر الدین رازی تھے اور (۷) مجدد مائید سابعہ امام تقی الدین
 ابن دقین العبد تھے اور (۸) مجدد مائید ثامنہ زین الدین عراقی علامہ شمس الدین جزیری
 سرآج الدین بلقینی تھے اور (۹) مجدد مائید ثانیہ امام جلال الدین سیوطی علامہ شمس الدین
 سخاوی تھے اور مجدد مائید عاشرہ شہاب الدین ربی ملا علی قاری تھے اور مجدد مائید حادی عشر
 امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی متولد ۱۰۷۰ محرم ۹۷۰ متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۳ھ اور
 صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ زاہرہ و باہرہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی
 متولد سنہ ۱۰۵۲ میر عبدالواحد بکری صاحب سبع سنائل شریف تھے اور بارہویں
 صدی کے مجدد سلطان دین پرور مالک بخرو و ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب بہادر

ی متولد ۱۰۲۸ھ متوفی ۱۱۱۷ھ اور حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی متوفی
 ۱۱۱۹ھ شیخ غلام نقشبند کھنوی متوفی ۱۱۲۲ھ قاضی محبت اللہ بھاری متوفی ۱۱۱۹ھ
 کس خوش اعتقادوں نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی بارہویں
 صدی کے مجدد کے لئے یہ مگر تصریحات علمائے کرام سے ثابت کہ وہ مجددوں کے احاطہ سے
 ہیں اس میں داخل نہیں اس لئے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت ۱۱۱۳ھ اور
 ۱۱۱۹ھ میں ہوئی تو ان کے علم و فضل و بزرگی و کمال میں کلام نہیں مگر مجدد کی جو
 صفت ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے قاضی و
 مائید ہو حمایت دین و نکایت مفسدین میں مشہور ہو ان میں نہیں پائی جاتی کہ ان کی
 صفت میں وسط صدی میں ہوئی نہ کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز شہرت تو
 دیگر است نیز مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان و قلم حق گوئی
 اس زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم
 کہنے میں زبان اس کی سیف قاطع اور قلم سنجہ براس ہو جو بولے شریعت کے دائرہ
 میں ہو جو لکھے شریعت کی حد میں ہو ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے اس کے علم کے
 لئے کافی ہو ہر لفظ اس کا جواہر ہوا ہو جو کہے بے لوث کہے جو لکھے بے خوف لکھے حق
 کہنے یا کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرے گدائے منکدہ ہوں ہر طرح کی بے بیانی میں
 مصداق نہ ہو مولانا شاہ ولی صاحب میں قطع نظر اس کے کہ نہ کسی صدی کے آخر میں
 نہ نہ دوسری صدی کے اول میں رہے پھر ان کی شہرت و وحدوں میں اور ان کے
 علوم و معارف سے انقطاع کجا۔ ہر قسم کی باتیں ان کے یہاں موجود ہیں سینوں کے بھی
 سردار ہیں ساتھ ساتھ وہابیت کے داغ تیل بھی ڈال رہے ہیں حجۃ اللہ الباقیہ عجیب و
 غریب کتاب لکھی اگر کچھ حصے سینوں کے بکارت ہیں تو ایک حصہ وہابی لئے ہوئے انکڑا
 رہے ہیں مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے تراجم علماء حدیث انکس کے نام نامی سے
 شروع کیا ہے اور اس میں ان کو پورا اہل حدیث بلکہ ہابی مذہب اہل حدیث یقین کیا کہ
 اہل حدیث کا باؤ آدم انہیں کو قرار دے کر آگے شائیں پھیلائی ہیں۔ ۵۰ پر تنہم کی یہ

عبارت درج کی ہے فہمنی ربی انا جعلناک امام هذه الطریقه وسدنا طرق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غیر طریقه واحدة وهو محبتک والانیقاد لک والسماء لیس من عبادک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاهل الشرق والغرب کلهم وعتیک وانت سلطانهم علموا اولکم یعلموا فان علموا فلا ذوا وان جهلوا خابوا یعنی مجھے خداوند عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقت قرب تک رسائی کے سبب رستوں کو بند کر دیا سوائے ایک طریقہ کے وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لئے آسان نہ آسان ہیں اور نہ زمین زمین ہے تمام روئے زمین کے لوگ پورے ہوں یا چھپی سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے چاہے وہ جائیں یا نہ جائیں اگر وہ جائیں گے کامیاب ہوں گے اگر نہ جائیں گے گھمائیے اور نقصان میں رہیں گے پھر ص ۱۶ پر مسئلہ تقلید اور عمل بالجریث کی سرخی قائم کر کے لکھا ہے۔

جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات شروح احادیث موسوی والہم علی اور دوسری تعنیفات مثلاً عقد الجید الانصاف فی بیان سبب الاختلاف وغیرہ میں تقلید اور عمل بالجریث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع بالجریث کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ حجۃ اللہ البانہ میں پھیلائی نہایت پر لطف ہے کہ گویا تمام کتاب ای بحث پر بخوبی ہے پھر ص ۲۰ پر لکھا ذرا اور آگے بڑھ کر (ص ۱۲۲ پر) بضمن باب حکایتہ الناس قبل المائۃ الوابعۃ ولبعدها اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر ص ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا اور بضمن من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنة میں تو راز بالکل فاش کر دیا فرماتے ہیں واقول الفرقۃ الناجیۃ هم الاخلاصون فی العقیدۃ والعمل جمعاً بما ظہر من لکتاب والسنة یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ و عمل دونوں میں کتاب و سنت و تابعین سے بظاہر ایسے اتاری جاری کرے اگرچہ صحابہ و تابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لئے ایسے مسائل نہ لی ہو یا تم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو پھر ص ۲۲ پر لکھا اسی کے ساتھ حدیث

م فاموا فانہ من دافق تاصیۃ تامين المملکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ اور اے بادشاہ انھیں آئین یا پھر کی تاکید فرماتے ہیں یہاں شاہ محمد فخر زائر اور ہما زائر قابل ذکر ہے حضرت زائر دہلی تشریف لائے جامع مسجد میں ایک آئین یا وزند آئین کہہ ڈال دلی میں یہ پہلا حادثہ تھا عوام برداشت نہ کر سکے اور میر لیا تو فرمایا اس سے فائدہ نہ ہوگا تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اے در یافت کرو۔ لوگ آپ کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت گئے دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا حدیث سے تو بآواز آئین کہنا ثابت ہے۔ کے کچھٹ گیا اب صرف مولانا محمد فخر صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورت اسعدین باقی تھے شاہ محمد فخر نے عرض کیا آپ کھلیں گے کب۔ فرمایا اگر کھل گیا آپ کو آج کیسے بجا لیتا اور رفع الیدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ والدی فی حب الی من لا یوقع فان احادیث الوقع اکثر واثبت حجة اللہ البانہ اور اس یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے کہ اثبات حدیث کی حدیثیں ترک رفع یدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں تقلید پر مزید ارشاد عقد الجید ہی میں تقلید کی دو قسمیں واجب و حرام قرار دے کر فرماتے ہیں (۱) تقلید واجب و مایۃ هذه التقليد ان یکون عمله بقول المجتہد امشروط لکونه موافقاً للسنة فلا یزال متفحصاً عن السنة بقدر الامکان اس مظاهر الحدیث یمخالف قول فلذا اخذ بالحدیث والیہ اشار الانمۃ حجة اللہ السالغہ جلد ۴ ص ۸۴ یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قول مجتہد کے موافق کی مگر مشروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اس پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کے تلاش سے۔ پس جب بھی ایسے متقدم کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے۔ ب تقلید حرام فان بلغہ حدیث واستیقن بصحة لا یقبلہ لکون ذمته مشغولۃ بالتقلید فہلہا اصفاد فاسد و قول کاسد لیس لہ شاہد معی النقل والعقل وما کان احد من

صاحبزادہ غلام صاحب پانچ جلد لکھ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ کتبوں جلدوں تک جاری رہے گا اس کو نہیں کہہ سکتا۔ ان مولوی صاحب کی غرض دھونس بھانا اور اپنے علماء تعریف کرنی اور تہذیب اشاعتیہ کی بے قدری تھی کہ اس کے پرستے اڑا دیے گئے ہیں اور اڑانے جارہے ہیں مگر میرے ایک ہی جملہ نے انہیں بالکل مہبوت کر دیا میں نے کہا کہ تہذیب اشاعتیہ کی قدر و حقیقت علمائے شیعہ ہی نے کیا تین پشت اس کے رد کرنے میں مشغول رہی مگر ابھی تک اس کا رد نہ ہو سکا جب تو ابھی اور جلدوں کی ضرورت ہے اس طرح زبانی اجلہ اشاعت سے میں نے سنا مولانا مولوی شاہ محمد فاخر صاحب الدہ آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو شرک کا فر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدہ فاسدہ کا رد بھی تہذیب اشاعتیہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے۔ یہ دلیل ان کی مجدد مائے ثالث عشر ہونے کی بڑی ہے کہ حمایت دین میں عزیز و قرب کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے پھر جو شخص حضرت شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا جانے گا کہ وہ بے شک تیسویں صدی کے مجدد تھے پندرہ سال کی عمر میں کتب درسیہ عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر کامل پینٹھ سال حمایت دین و نکایت مفسدین میں صرف فرمایا اور اسی سال کی عمر میں وصال فرمایا درس و تدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ و متعلقات فقہ کا التزام تھا مگر خاص چیز درس حدیث اور فتویٰ نویسی تھی جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم شام کا مظہر مدینہ طیبہ بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی ہے قسطنطنیہ سے ملا شیدی مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطرین ملاحظہ ہوں "شاہ صاحب آپ کا کچھ ایسا بلاد اسلامیہ میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے اور وہ فتویٰ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو زیادہ وقت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا ہے آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لئے بڑی فخر کی بات ہے اور سلطان ترکی بھی

آپ کی بڑی عزت کریں۔"

حیات طیبہ میں اسی طرح آپ کی درس تدریس کا شہرہ ہندوستان سے باہر تک پھیلا ہوا تھا آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں۔ بطور نمونہ کیے اڑ ہزارے یہ ہیں مولانا شاہ رفیع الدین آپ کے برادر خورد شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب حضرت کے کوائس مفتی صدر الدین خالصاحب دہلوی حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب آپ کے برادر زادے حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونی کا پوری مصنف رسالہ اشباع الکلام فی المولد والقیام استاد شمس العلماء مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی حضرت مولانا عادل صاحب کا پوری حضرت مولانا شاہ فضل رضن صاحب گنج مراد آبادی تینتی وقت مولانا قاضی شاد اللہ صاحب پانی پتی حضرت ملحق الا صاغر بالا کا برواثر العلم والفضل والجدد کا برائے کاہر مولانا شاہ آل رسول صاحب احمدی ماہر ہری پیر مرشد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب نبیرہ خولہ معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی حضرت شاہ احمد سعید صاحب محمودی حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواری پانی خانقاہ عماریہ منگل تالاب پشہ پٹی مولانا شاہ عبدالغنی ابو الطحان مسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین درس و تدریس کے علاوہ وعظ و چند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا ہر جمعہ و جمعہ شہد کو پرانے مدرسہ کوچہ جیلان میں بیان فرماتے وعظ میں عام اجازت تھی کہ اشاعتیہ تقریر میں اگر کسی کو شک و شبہ رہے تو بعد فتح وعظ دریافت کر کے تفسی کر لے۔ مہر مشین تل کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے وعظ و تذکیر کا شغف اسد رہے تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا مرض الموت میں مبتلا ہیں خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہیں اس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بیٹھا دو اور دہائی میرے سونے پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں گے چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گلوب و لہجہ سے

نا توانی و کوروری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال و سیاہی رنگ جھائے ہوئے تھا و عطف غم
ہونے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام
مسلمانوں کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی اس کے بعد آپ نے معرفت الہی
میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سینے والوں کے جسم میں
بھی سنسنی پیدا ہو گئی اور بدن پر رونگٹے رونگٹے کھڑے ہو گئے حیات دلی ص ۴۴۳ پر بروز
یکشنبہ چارمخ ۷ شوال ۱۱۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہندیاں مقبہ جبل خانہ (جواب
مولویں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے اور چودھویں
صدی کے مجدد و مہر مایہ حاضرہ مولیٰ ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ صاحب تصانیف
قاہرہ و تالیف بارہ جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری محمد احمد رضا
خان صاحب قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ برکات و مشرتا یوم فقیہہ تحت رایت ہیں اس
لئے کہ حضور پر نور کی ولادت با سعادت ۱۰ شوال ۱۱۷۲ھ اور انتقال پر لال ۲۵ صفر
۱۳۳۰ھ ہے تو تیرہویں صدی کا آپ نے ۲۸ سال دو مہینہ ۲۰ دن پایا اور علوم و فنون و
درس و تدریس تالیف و تصنیف و عطف و تقریر میں مشہور دیار و اعمار ادنیٰ و اقصیٰ ہوئے
اور چودھویں صدی کا ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پایا جس میں حمایت دین و نکات
مفسدین احقاق حق از ہاق باطل اعانت سنت و امانت بدعت میں جان و مال علم و فضل
صرف فرمایا اور جس طرح بنا پیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور خلاف دین متین کا رد و طرد
کیا اور اس میں کبھی نہ نوستہ لائم کی پرواہ کی نہ کسی بڑے سے بڑے شخصیت کا خیال
آڑے آیا نہ کبھی شہرت و مدح کی پرواہ کی نہ کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے
میں کوتاہی فرمائی یہ رہائی بالکل حسب حال فرمایا۔

نہ مرا نوش تجھیں نہ مرا نیش وطن نہ مرا ہوش بدست نہ مرا گوش ذمے
مزم و سبغ ثوبی کہ گنجہ دروے بزمن و چہرہ کسایے و دوات و قلعے
خدا داد دین و حافظہ بھی ایسا تھا کہ تیرہ سال ۱۰ مہینے کی عمر میں تمام مرہجہ دوی
کتبوں سے فراغت حاصل فرمائی میرے سامنے اس وقت مشاہیر و اکابر علما کی سوانح

میراں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک و ہم نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ
جولوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین و محنتی نہیں
ہوتے پڑھنے میں جتنی نہیں لگاتے بلکہ جان چراتے ہیں لیکن یہاں سب خوبیاں بطور خرق
عادت جمع تھیں یہ محض عطیہ الہی و مہمت رسالت پناہی ہے جل جلالہ و علی اللہ علیہ وسلم
امیں سعادت بزر و بازو نیست تا نہ بخندہ خدائے بخندہ

معموٰا علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں
قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانہ میں تصنیف فرمانا شروع کر
دیا تھا جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی
دن سے فرائض دینا شروع کر دیا پہا فرائض جو کھسا ایسا صحیح اور درست مکمل و مدلل کہ والد
ماجد صاحب عیش و عشرت کر گئے اور یہ سلسلہ یوم وصال تک جاری رہا انفس کہ بہترے
فراوی کی نقل نہ لی جاسکی پھر بھی جو نقل ہو سکا بڑی قطع ۲۶۸/۸ پر بارہ جلدوں میں
ہے جس کی ہر جلد نو سو اور ہزار صفحہ کے درمیان ہے رسائل و مستقل تصنیفات چھ سو سے
بالا ہیں جو پچاس فنون پر مشتمل ہیں آج ہمارے سامنے علماء متقدمین و متاخرین کی فتاویٰ
موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰ حضرت اپنی آنکھیں ہیں اختصار و مدلل اور صحیح
فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کیا سنتے ہیں جس نے آقا تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز امام جلال
الدین سیوطی مجدد زمانہ عاشرہ کے بعد کسی کی دیکھی نہ سکی گئیں اگلے علامہ محمد امجد
الحق صاحب مہبوط علامہ تبتی علامہ ذہبی علامہ ابن حجر عسقلانی امام بدر
الدین محمود دہلوی صاحب عمدۃ القاری شرح بخاری و غیرہم قدمت اسرار ہم کو نہیں کہہ سکتا
ورنہ دیگر علماء کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں درس و
تدریس بھی کسی مدرسہ میں ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کیا لیکن ایک زمانہ تک
مرتب طلباء رہے درود سے طلبہ آکر استفادہ فرماتے سہارنپور و دیوبند کا مدرسہ اپنی طولانی
عمر و قدمت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلبہ بھی دیوبند و گنگوہ چھوڑ کر
درس حدیث و فقہ کے لئے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہاں

کے طلبہ کو خود توبہ ہوا اور ان لوگوں نے آنے والے طلبہ سے پوچھا کہ طلبہ کو کسے خیراً
مرض ہوتا ہے ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیے
وہاں سے تیسری جگہ لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے کہ دوسری جگہ کی تعریف وہاں ہوتی ہے
آپ لوگ دیوبند اور گنگوہ سے بریلی کسی طرح پہنچے اس لئے دیوبندیوں میں اس کی
توقع ہی نہیں کہ کسی اہل سنت عالم کی تعریف کریں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے رد وہابیہ کو
ان لوگوں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنائیں ہوتی مگر ایک بات کہنے
پر وہ مجبور ہوتے تھے اگر کوئی تذکرہ لکھا تو اخیر میں شیب کا بند یہ ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے
جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو انکا
کی گنجائش یہی صفت کشش کا باعث ہوتی جو دیوبند و گنگوہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے تو ۱۲۸۶ھ
سے ۱۳۲۹ھ تک چوں سال کے عرصہ میں کتنے سوئیں کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی
رشتی سے فیض یاب ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس
میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تعنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم
فیوض سے مستفیض ہونے والوں کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ قریب
قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر کھو کھا تک پہنچا ہے۔ ذلک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم وعظ و پند کا طریقہ ابتداء میں
بہت زوروں پر رہا شہر میں کوئی محلہ بلکہ سنیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو حضور کے پند
نصائح سے محروم رہا ہو اگرچہ اخیر زمانہ میں جب کہ تعنیف و تالیف کی طرف توجہ کثیر کر
پڑی اس سلسلہ میں کی ہوئی ہر سال چار جلدی وعظ کے مستقل طریقہ پر سال وصال تک
قائم رہے دو جلدی میلاد شریف کے اپنے مکان ۱۲ رجب الاول شریف کو پڑھ شب میں
جلسہ اتنا ہوا کہ اس قدر مربع الخلاق تھا کہ اسی جلسہ کی شرکت اور اعلیٰ حضرت کے رد
سے بہرہ یاب فیضاب ہونے کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑتا تھا اور اس تاریخ میں کوئی مجلس
میلاد شہر میں نہیں ہوتی تھی تیسرا جلسہ وعظ ماہ شعبان میں طلبہ مدرسہ منظر اسلام
دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے جیو مرشد سید ناشاد آل رسول اور

تک سہ العزیز کے عرس کے موقع پر ۱۸ ماہ ذی الحجہ الحرام کو ان دونوں وعظوں سے نہ
صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف و اکناف ہند سے رؤسا علماء و شائقین
بلکہ دستار بندی و عرس کی شرکت کے لئے آتے اور وعظ سے فیضاب ہوتے۔ اب
آئیے حمایت دین و نکایت مفیدین معاندین ذہین متین کو دیکھئے تو آپ کا مولود و مسکن وہ
صوبہ اور شہر ہے جہاں ہندو کی اکثریت ہے مسلمان فقط تیرہ فیصدی ہیں مکان بھی ایسے
محلہ میں ہے جس محلہ کو دارالکفر کہنا کسی طرح مبالغہ آمیز نہیں محلہ سوداگران بجز آپ کے
اور آپ کے عزیزوں کے چند مکالوں کے اور ایک سید مصاحب علی صاحب اور ایک
میاں منیر ہشتی کے مکان کے پورا محلہ ہندو و ہرمیوں کا ہے۔ (۱) اس لئے آپ نے ہندو
کے رد میں تعنیف فرمایا جس کا نمونہ دیکھنا ہو تو افسانہ الکفر کی قربان البقرہ ملاحظہ کریں۔
(۲) ہندو میں تعلیم یافتہ ایک جماعت ہے جس نے دیکھا کہ ہندو برابر مسلمان ہو رہے
ہیں یا عیسائیت کے چنگل چھٹنے میں ان کی تعداد روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ سنا تن دھرم
تلمیذی جماعت نہیں کہ کچھ جائیں تو کچھ باہر سے آئیں اس طرح داخل خارج برابر رہا
کرے بلکہ خارج ہوتے جاتے ہیں داخلہ نہیں اس لئے پنڈت دیانند سرس نے آریہ
سماج کے نام سے ایک مذہب جاری کیا اور اس میں دوسرے مذہب والوں کو داخل
کرنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا بھی رد فرمایا نمونہ کفر کردار آریہ ملاحظہ ہو (۳) کے
زمانہ سے پہلے ہی اسلامی سلطنت ہندوستان سے رخصت ہو چکی تھی نصاریٰ کی حکومت
اور عملداری تھی نصاریٰ اگرچہ اعتقاداً و عملاً نرے بے دین تھے پھر بھی روہین یکتہ کوک
مذہب کے نام لیا ہوا اور اس کی اشاعت و ترویج میں طرح طرح کی کوششیں کرتے
لاکھوں روپے تبلیغ میں صرف کر کے لوگوں کو نصرانی بنانے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے
اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں یہ تین فراتے غیر مسلم ہیں جو
نہ مسلمان ہیں نہ اپنے کو مسلمان کہلاتا چاہے ہیں اب آئیے گھر کے فنون کو دیکھئے کتنے
فراتے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلامی باتوں کی قطع و برید میں لگے ہوئے ہیں۔
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرہ تیرا

حق سے بدین کے زمانہ کا بھلا بتا ہے۔ ارے میں خوب سمجھتا ہوں معہ تیرا
 مان میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور زمانہ کے مطابق چلنے اور سلطنت
 برطانیہ کی ہموائی کی وجہ دینی حیثیت میں بڑھے چڑھے اور اسی وجہ (۳) مرجع العوام
 نیچری حضرات تھے اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں (۵)
 جب شش شش کا قندہ بابیہ نے اٹھایا اور ہر طبقہ زمین میں آدم نوح ابراہیم واسحاق
 محمد انبیاء کرام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شل مانا اور اس پر زور دیا تو اعلیٰ
 حضرت ان کے رد میں ترسالہ مبارکہ تصبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال اور جوابہائے ترکی
 بہ ترکی ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس کی وجہ سے یہ قندہ ہمیشہ کے لئے راہی
 ملک عدم ہو گیا (۶) جب مرزا غلام احمد قادیانی پہلے اپنے کوشش مہدی پھر امام مہدی پھر
 مثل مسیح پھر مسیح پھر بہتر از مسیح۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
 پھر دعویٰ نبوت کا کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تحقیر کی اعلیٰ حضرت نے
 اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہوار رسالہ بنام قہر الدیان علی مرتہ
 بتادیان جاری کیا (۷) جب مولوی اسماعیل دہلوی کے اذتاب و قدیات باوجود اشتراک
 فی الوبائیت ہر ایک نے ایک نئی نئی افواج نکالی (۸) کسی نے ختم نبوت کا انکار کیا (۹) کسی
 نے وقوع کذب باری تعالیٰ کو درست بتایا کسی نے مولود شریف سرکار دد عالم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کہنا کا جنم کہا (۱۰) کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سالم ہر بھی و مجبور
 بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے مانا (۱۱) کسی نے تقلید ائمہ کو شرک و کفر ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ
 اعلیٰ حضرت نے بابیہ و غیر مقلدین کے رد میں سو سے زیادہ کتابیں تصنیف
 فرمائیں۔ (۱۲) جب تفصیلوں نے شور و غل مچایا اور جمع ہو کر مناظرہ کے لئے برآمد
 شریف آئے اور مناظرہ چھڑا در یافت کرنے پر کہ آپ لوگ سوالات کریں گے یا میں
 سوال کروں اعلیٰ حضرت ہی کو ابتدا سوال کرنے کے لئے کہا پہلے ہی قسط سوالات کے
 دیکھتے ہی بدحواس و پریشان بریلی سے بھاگ کر آبرو بچائی جس کا مفصل حال فتح

ذکر مرتضوی میں چھپ چکا ہے الغرض ان کے رد میں بھی سات کتابیں تصنیف فرمائیں
 (۱۳) اسی طرح جب روافض و نوامب کے قتلوں نے سراٹھایا یا اعلیٰ حضرت نے وہیں
 سرکوبی فرمائی اور اس کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں جب ۱۳۱۱ھ نودہ کا قندہ کھڑا
 ہوا جس نے سنیوں کے ساتھ تمام بد مذہبوں کے اپنے اندر سمیٹ لیا اس وقت بھی اعلیٰ
 حضرت حمایت دین کے لئے کھڑے ہو گئے خداوند عالم جو اے خیر دے حضرت تاج
 الجہول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری جینی مٹانی بدایونی قدس سرہ اور
 حامی سنن ندوی جسکے جناب غلام صدیق قاضی عبدالوحید صاحب ربکیں پندلو دیکرہ مرحوم
 مغفور کو کہ اول الذکر نے اپنے علم و اثر اور موثر الذکر نے اپنے مال و دولت سے اعلیٰ
 حضرت کا ہاتھ بنایا جس سے یہ قندہ ۱۳۳۱ھ میں مدارس جا کر ختم ہو گیا۔

ندویاں کہتے ہیں کہ دہی تو ہیں اسد احمد رضا محبت رسول
 (۱۵) اسی طرح مفسدہ (۱۶) متصوف باطلہ جس بد مذہب نے سراٹھایا وہیں اعلیٰ حضرت
 نے اپنی تعقیفات سے اس کا سر کھنک کر رکھ دیا اس کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں۔
 مطیع اہل سنت و جماعت حلقہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر مشائخ و
 علماء و رؤسا کے پاس نکتہ چسپاں کر کے روانہ کر دیا جنواہ اللہ عن الاسلام
 والمسلمین خیر الجزاء اخیر زمانہ یعنی ۱۳۳۹/۳۸ھ کہ (۱۷) قندہ علی برادران اٹھا اور
 نہایت زور شور سے اٹھانے سے سب بد مذہبوں متناقض مرتدوں کھلے بند کافروں سب
 کو اپنے اندر سالا۔ و کل الصید فی جوف الفراء جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند دنیا دار
 دنیا طلب دنیا طلبی اور ہندوستان کے بادشاہ بننے کی طمع میں اٹھے لیکن عام مسلمانوں کا
 رجحان اس طرف نہ دیکھ کر اس میں مذہبی رنگ خلافت کا بھرا اب عام مسلمان اس کی
 طرف جھکے یہاں تک کہ پڑھے لکھے لوگ بھی اس دھوکے میں آ کر اس کے شکار ہوئے
 بعض بعض علماء بھی جتا ہو گئے اس وقت حق پر قائم رہنے والی فقط ایک ذات مجدد ماتہ
 حاضرہ کی تھی جو ایک آن کے لئے کبھی اس دھوکے میں نہ آئی پھر دیوبندوں میں مولوی
 اشرف علی تھانوی بھی اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر اعلیٰ حضرت کے ہم خیال ہوئے

مولوی اشرف علی صاحب نے ایک فتویٰ لکھ کر خود اسی زمانہ میں اخبار وطن لاہور میں چھپوا کر ہم نوای کی جین اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اشتہارات پر اشتہارات ان کی رد و طرد میں لکھا اور ان کے خلاف شرع باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچایا یہاں تک کہ اخیر میں رسالہ مبارکہ الحجۃ الموعودہ ملی لایہ امتیاز لکھ کر شائع کر کے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا اور آفتاب شہروز اور ماہ نیم ماہ کی طرح حق کو واضح کر دیا یہاں تک کہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب گھنوی نے ایک غیر مسلم کو اپنا امام و پیشوا بنا لیا تھا جس کے بارے میں صاف لکھا کہ ان کو اپنا رہنما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی ماننا ہوں میرا حال سرودست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بابا ت داحایت گزشتہ رفتی و شمار بہت پرستے کر دی
الحمد للہ کہ انہوں نے توبہ کیا اور اپنے اقوال سے رجوع کیا جس سے ان لوگوں کی قوت و شوکت ملی بالکل جاتی رہی البتہ دنیا کے لالچ میں بہت سے مسلمان اس سے لپٹے رہے مگر حق واضح ہو کر رہا یہ سب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی مجددانہ حاضری ہونے کا ثبوت ہے جنہوں نے پوری عمر بلکہ تن من وجہ مال دولت سب حمایت و یمن تثنیٰ میں صرف کر دیا اگرچہ بعض مخالفین اصل حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے جس سے ان کی مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا ورنہ وہ جس قابلیت اور جامعیت کے عالم تھے سارا زمانہ ان کی قدم بوسی کرتا اور پیشوا امانت یہ اسی خیال کے لگ جیگ ہے جو مشرکین عرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کہتے تھے کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو ہم سب لوگ اپنا سر اور آپ کو ماتے کو تیار ہیں اور ہر ایک شخص اپنی دولت سے ایک حصہ آپ کی نذر کر دے گا جس کی وجہ سے سب سے زیادہ مالدار آپ ہو جائیں گے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا بلکہ ان کو ٹھکرا دیا اللہ تعالیٰ نے مجددانہ حاضری کو حمایت و یمن و نکایت مفسدین کے لئے بنایا تھا نہ اس لئے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھا سکیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں اس قدر تحریر و تقریر رسائل و اشتہارات کا فائدہ

دیا یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف اٹھارہ کے وقت آفتاب عاصماب کا انکار کرنا ہے بے شریف میں ہے لایں بھادی اللہ بک رجلا خیر اصما طلعت علیہ الشمس اللہ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات و تحریرات سے فائدہ اٹھایا یا گراہ دیندار ہوئے مذہب مستقیم ہوئے سنی صحیح العقیدہ رائج الاعتقاد ہوئے کہ مذہب ہموک کا کچا آندھی بھی اپنی چلہ سے ہلا نہیں سکتی وہ بہشت دعات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ اور ثابت قدم ہیں نماز کی پیچوتہ دعا اھلنا الصراط المستقیم صراط الدین نعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین بالکل مقبول ہوئی ہر شخص جادہ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بد مذہبی اور بد مذہبوں سے علیحدہ ہے اور دعا قوت میں روزانہ نذر اندوز و مل کے سامنے جو کہتے ہیں و نخلع و تنوک من یفجرک اس میں پورے اثرے والحمد للہ علی ذالک انبیاء کرام جو خاص تبلیغ اور ارشاد خلافت کے لئے مبعوث ہی ہوئے جن کو ارشاد ہوتا ہے بلغ ما انزلنا ایک ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکام الہی آپ ان تک پہنچائیں ان کو ان کا مصدق بنا دیں عامل کر دیں بلکہ صاف فرمایا گیا انما علی رسولنا البلاغ المبین سورۃ مائدہ وما علی الرسول الا البلاغ المبین سورۃ یسن آخر نہیں دیکھتے کہ سیدنا نور علیہ السلام کی اتنی طویل مدت تبلیغ فلیت فیہم الف سنہ الا خمسين عاما ساڑھے نو برس کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں رب انی دعوت قومی لیل و نہار فلم یردھم دعائی الا فرار میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میری اس دعوت سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا یہاں تک کہ تنگ آ کر بارگاہ الہی میں التجا کرنی پڑی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیار خداوند را روئے زمین پر کسی کافر کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ چنانچہ دعا قبول ہوئی آسمان سے پانی برسا زمین سے پانی ابلا سکتی ہے جو گھنٹی کے چند نفیس مسلمان تھے ان کے سوا کوئی بھی نہ بچا احوذ باللہ من غضب اللہ و رسوله میلانا

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب انہیں اور ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا اذہبا الیٰ فرعون انہ طلعی تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی یہ دونوں حکم الہی کی تعمیل میں چلے تو دئی ہوئی گمراہی موئی وہ ایمان نہ لائے گا انہوں نے عرض کیا کہ خداوند! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ ارشاد ہوا تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر حجت الہی قائم ہو قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے مجاہد فامن بشیر ولا نذیر ہمارے پاس کوئی مبلغ خوشخبری دیتے والا نہ ڈرسانے والا نہ آیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ان الذین کفرو اسوء علیہم اندرہم ام لم تفلحہم لا یومنون بیک جن کے قسمت میں کفر ہے ان پر برابر ہے کہ انہیں آپ ڈرنا سکے یا نہ ڈرنا سکے وہ ایمان لائیں گے نہیں اس جگہ میں سواء علیہم فرمایا یعنی ڈرنا اور نہ سنانا ان کے لئے برابر ہے یہ نہیں فرمایا سواء علیہم اندرہم ام لم تفلحہم یعنی ڈرنا اور نہ سنانا تمہارے لئے برابر ہے اس لئے کہ حضور کو تبلیغ کا تو ثواب بہر حال ملے گا وہ بدرجہت مائیں یا نہ مائیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا ذمہ ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا انک لا تہدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء الیٰ صراط المستقیم بیک آپ ایصال الیٰ المطلوب نہیں کر سکتے ہیں جس کو درست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے تک پہنچا دے صدق اللہ ورسول پھر کسی عالم کے ذمہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راہ پر کھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیاء کے نائب ہیں پھر اہل حضرت کے کارنامے کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو اسی نوے فیصدی کامیابی ہوئی بڑے سے بڑا مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت و ساکت رہا اکثر کو تو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب واقعی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے حالانکہ وہ دین و ایمان کا تقاضا بلا خوف و لومۃ لائم حق گوئی حق جوئے حق بلی ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اللہ ذو الفضل العظیم اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانہ کے علماء مشاہیر آپ کے علوم سے انتفاع و کچھ کر آپ کو محمد

حاضرہ مانا؟ تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اگر ان تمام حضرات کے نام ہی لکھے جائیں جنہوں نے آپ کو محمد مانا تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے مگر دفترے دیگر نامہ نگار اس لئے چند اشہر مشاہیر علماء اہل سنت کے نام نامی پر اکتفا کرتا ہوں۔

- (۱) حضرت قدوة المصلین زیدۃ العارفین مولانا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب وارث سجادہ قادریہ برکاتیہ خاتقاہ کلاں مارہرہ شریف (۲) حضرت زبدۃ السالکین مرغ الطائین سیدنا شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میاں صاحب سجادہ نقشب خاتقاہ صادقہ برکاتیہ مارہرہ شریف (۳) حضرت عارف باللہ مقبول بارگاہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نقشب خاتقاہ برکاتیہ نور یہ سرکار مارہرہ شریف (۴) حضرت تاج الجہول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری برکاتی متعینی سجادہ نقشب خاتقاہ قادریہ معینیہ بدایوں شریف (۵) حضرت مطہج الرسول مولانا شاہ عبدالمتکبر صاحب سجادہ نقشب خاتقاہ معینیہ قادریہ بدایوں جنہوں نے ۱۳۱۸ھ جلسہ پنشنہ میں وعظ کیا اور اس میں حضور پر نور مد ظہم الاقدس کو ان الفاظ سے یاد کیا جناب عالم اہل سنت مجدد الملتاحہ الحاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب یہ وعظ یہ ب یہ دربار حق و ہدایت میں طبع ہو گیا ہے (۶) واعظ خوش بیان شیریں زبان شہید فی نصرة الدین حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب عثمانی قادری بدایونی۔ (۷) حضرت الامداد الاسد الارشد مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتی پبلی بھیتی (۸) حای سنت جناب مولانا مولوی حکیم غلیل الرحمن خان صاحب پبلی بھیتی (۹) حضرت سلطان الواعظین مولانا مولوی ابو الفضل شاہ عبدالاحد صاحب قادری پبلی بھیتی (۱۰) حضرت ضیاء الاسلام والحق والدین مولانا ابوالحسین محمد ضیاء الدین صاحب قادری ضیائی پبلی بھیتی (۱۱) حضرت مولانا سراج الدین ابو الذکاء شاہ محمد سلامت اللہ صاحب اعظمی راپوری (۱۲) حضرت مولانا شاہ تلمبار الحسن صاحب فاروقی راپوری (۱۳) حضرت شیریشہ اہل سنت ابو الوقت مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب نوری لکھنوی راپوری (۱۴) حضرت عبدالسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری جہلمپوری (۱۵) حضرت حامی دین و ملت مولانا شاہ محمد بشیر صاحب قادری جہلمپوری (۱۶) حضرت

مولانا برہان الحق شاہ محمد عبدالباقی صاحب قادری جہلمی (۱۷) حضرت حامی سنت مامی بدعت جناب حاجی شمس محمد اعلیٰ خان صاحب قادری مدرسی (۱۸) حضرت استاذ زمن مامی فقہ مولانا شاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۱۹) حضرت استاذی مولانا شاہ عبداللہ صاحب الہ آبادی کانپوری (۲۰) حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب الرحمن صاحب کانپوری (۲۱) جناب حامی سنت مامی بدعت مولانا شاہ مشتاق احمد صاحب امداد اللہ کانپوری (۲۲) جناب مولانا مولوی سرتقاضی عبدالغفار صاحب بنگوری (۲۳) عمدۃ الواعظین شیعہ غوث پاک حضرت سید علی حسین اشرفی جیلانی شاہد نشین کچھوچھا شریف (۲۴) جامع علوم عقلی و نقلی واعظ شیریں بیان مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف (۲۵) عمدۃ المتکلمین حامی دین متین مولانا شاہ محمد فاخر صاحب بنجوا الہ آبادی (۲۶) حضرت مولانا مولوی شاہ عمر الدین صاحب قادری ہزاروی (۲۷) جناب مستطاب ندوہ عثمان ندوی نقی مولانا مولوی قاضی عبدالوہید صاحب رئیس عظیم آبادی جنہوں نے مجلس علماء اہل سنت پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں پرزور قصیدہ پڑھا اور اس میں علماء کرام حاضرین جلسہ کی تحریف و توصیف کی اسی میں اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا۔

وعالم اہل سنت مصطفانا محمود عصرہ الفرد الفرید

جس کو سیکڑوں علماء کرام نے سنا اور خوش قبول کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع علماء اہل سنت و جماعت ہوا اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر سے جتنے خطوط آیا کرتے جن کی مجموعی تعداد سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے ان سب میں نام نامی کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ہدایت حاضرہ موید ملت طاہرہ یہ چار صفتیں ضرور ہوا کرتی ہیں اور یہ کچھ علماء اہل سنت ہندوستان ہی پر موقوف نہیں علماء حرمین شریفین و دیگر ممالک اسلامیہ نے حضور پر نور کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے تقریبات حرم الحرمین والدولتہ امکہ شریف و اخبار البیان دمشق وغیرہ ملاحظہ ہو حضرت غیث المناقبین و نوز المواقین حامی السنۃ و الہام مامی الہدۃ و جہانیا زینۃ الزمان و حیدر الادان مشد خطاب اکرم حافظ کتب الحرم العلامة الجلیل و الفہامۃ النبیل

حضرت مولانا السید اسماعیل خلیل اذا مہما اللہ بالعر و التبجیل اپنی تقریر حرام الحرمین میں فرماتے ہیں۔ و الحمد للہ تعالیٰ علی ان فیض هذا العالم العامل الغاضل الكامل صاحب المناقب والمفاخر مظهر کم ترک الاول للآخر لفرید الدھر وحید العصر مولانا شیخ احمد رضا خان صاحب سلمہ اللہ الرب المنان لا یبطل حججہم الداحضہ بالایات والاحادیث القاطعہ کیف لا وقد شہد لہ عالمومکہ بذلک ولولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منہم ذلک بل اقول لوقیل فی حقہ انہ مجدد هذا القرن لکان حقاً وصدقاً۔

ولیس علی اللہ بمستنکر یجمع العالم فی واحد فجزاہ اللہ خیر الجزاء عن الدین و اہلہ ومنجہ الفضل والرضوان بمنہ و کرمہ یعنی اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے متقیوں اور فخریوں والا اس شمس کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے مگر اسے زمانہ اپنے وقت کا لگانا مولانا احمد رضا خاں اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے ان کے بے ثبات جتوں کو آبیوں اور قلعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لئے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علماء کہ اس کے لئے ان تفاسیل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء کہ اس کی نسبت گواہی نہ دیتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کیا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہو۔

خدا سے تو اس کا اچھٹیا نہ جان کہ ایک شخص میں جمع ہو سب جہان تو اللہ اسے دین و اہل دین کی طرف سے سب میں بہتر جزا عطا کر دے اور اسے اپنے احسان اور اپنے کرم سے اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

منقبت

(فاضل بریلوی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

از: مولانا صوفی محمد ظیل صاحب بکھچھوی (چین پورا عظیم گڑھ)

پیشوائے اولیاء احمد رضا خاں قادری

مقتدا اے اصفیائے احمد رضا خاں قادری

حامی دین خدا احمد رضا خاں قادری

ماہی جو رہا احمد رضا خاں قادری

آیت رب العلاء احمد رضا خاں قادری

چم خیر الوری احمد رضا خاں قادری

عاشق غوث الوری احمد رضا خاں قادری

چاشمین مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری

رہبر اہل شریعت ہادی اہل طریق

مشعل راہ خدا احمد رضا خاں قادری

زہد و تقویٰ میں کہیں ملتی نہیں تیری مثال

اے رئیس انقیاء احمد رضا خاں قادری

تیری ذات پاک حتیٰ مجموعہ فضل و کمال

تیرا رتبہ تھا بڑا احمد رضا خاں قادری

اہل سنت کی امامت کا ہے سہرا تیرے سر

مرحبا صد مرحبا احمد رضا خاں قادری

دین کی وہ خدمتیں کیسے تیرے دست پاک نے

جس کا ڈنکا بج گیا احمد رضا خاں قادری

نجدیت ہے دہلیت کا سر کھل کر رکھ دیا

جب ترا غامہ اُٹھا احمد رضا خاں قادری

تو نے زندہ کر دیا واللہ دین پاک کو

تو محی الدین تھا احمد رضا خاں قادری

نور جب مصطفیٰ سے جگمگا اُٹھا تھا تو

اے مرے شمس البی احمد رضا خاں قادری

تو سراپا معجزہ تھا سید کوثرین کا

اے خوشا رجب تیرا احمد رضا خاں قادری

اہل باطل کا بچہ تھے تیرے صلوات سے شہا

تو تھا وہ شیر خدا احمد رضا خاں قادری

بزم سنیّت بہت مسلمان دسونی ہو گئی

پھر ذرا ڈنکا بجا احمد رضا خاں قادری

تو سراپا تھا رضائے حق رضائے مصطفیٰ

نام تھا سچا تھا احمد رضا خاں قادری

اہل بدعت اہل بدعت اہل باطل کے لئے

سیف مسلوی خدا احمد رضا خاں قادری

فتح و نصرت نے دیں آ کر قدم چما ترا

جب ترا جھنڈا اُٹھا احمد رضا خاں قادری

ہے ترا دیئے سنیّت پہ احسان عظیم

دے خدا تجھ کو جزا احمد رضا خاں قادری

اس فیل قادری کی لاج رکھ لینا شہا

جبکہ ہو عشر پہا احمد رضا خاں قادری

سوانح حیاتِ اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(ادارہ)

ولادت با سعادت

امام اہل سنت مجددین و ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیلہ سدی ۱۹۱۳ء سمیت کو اس خاکدان عالم کو اپنے قدمِ بیست لروم سے نوازا آپ کا تاریخی نام "الغفار" ہے خواہ اعلیٰ حضرت نے اپنی تاریخ ولادت حسب ذیل آیت کریمہ سے ۱۲۷۲ھ استخراج فرمائی ہے۔

آیت: اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وابدہم ہرۃ منہ

خاندانی حالات

اعلیٰ حضرت کا ام مبارک عبدالصطفیٰ احمد رضا خان ابن مولانا محمد تقی علی خان ابن مولانا رضا علی خان ابن مولانا حافظ محمد کاظم علی خان ابن مولانا حضرت شاہ محمد اعظم خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت مولانا سعید اللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اعلیٰ حضرت کے آباؤ اجداد ملک قدحہار کے معزز قبیلہ کے پٹھان تھے۔ شاہان مظہر کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ پھر وہاں سے دہلی آئے۔ چنانچہ حضرت سعید اللہ خان صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز ہوئے اور شجاعت جنگ کا انہیں خطاب دیا گیا۔ ان کے صاحبزادے سلطنت کی طرف سے ایک مہم سر

کرنے کے لئے بریلی (روہیل کھنڈ) بھیجے گئے فقیہی پران کو بریلی کا صوبہ بنانے کے لئے فرمان شاہی آیا۔ موصوف کے تین صاحبزادے اعظم خان، معظم خان، مکرم خان مناسب جلیلہ پر ممتاز تھے ان میں سے اعظم خان صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے شاہزادہ کا سکھ جو محلہ معبران بریلی میں ہے آج انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔ موصوف کے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خان صاحب شیر بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ سلطنت مظہر اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے ان کے تفسیر کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے تھے حضرت حافظ کے صاحبزادہ زبدۃ الکلیین حضرت مولانا شاہ رضا علی خان صاحب رحمت اللہ علیہ تھے جن کی مختصر تاریخ مذکورہ علمائے ہند معنصر رحمان علی خاں مطبوعہ نول کشور کھنوسو درج ہے چونکہ مذکورہ علمائے ہند زبان فارسی میں ہے اس لئے اردو میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

”مولانا رضا علی خان صاحب بریلی کے بزرگ ترین علمائے اکرام سے تھے ان کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں عالی مراتب پر فائز رہے۔ مولانا ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور شیر ٹونک میں مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم مفتور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۳ سال کی عمر میں سفر فراغت حاصل فرمائی پانچویں تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ آپ کے فضائل و اوصاف شمار سے باہر ہیں۔ سبقت سلام زہد و قناعت علم و تواضع، تجرید و تقویٰ آپ کی خصوصیات سے تھے ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت کی کرامات

حضرت جتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ کے کمالات و کرامات بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

”حضرت کا گزرا ایک روز کوچہ ستی رام کی طرف سے ہوا۔ ہولی کا زمانہ تھا ایک بازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ ایک جو شیخ مسلمان نے دیکھتے ہی بالا خانہ پر جا کر کچھ بتائی کرنی چاہی مگر حضرت نے اسے روکا اور فرمایا اس پر

کیوں سختی کرتے اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اس کو رنگ دے گا۔

یہ فرمان تھا کہ وہ طوائف بیٹا بند آ کر قدموں پر گر پڑی اور معافی مانگ کر شرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔ اس قسم کے ان گنت و بے شمار واقعات و کرامات ہیں جن کی تفصیل کے لئے ”حیات اعلیٰ حضرت“ مرتبہ ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین صاحب بہاری ملاحظہ فرمائیے جس کی پہلی جلد زیر اہتمام مفتی ظفر علی صاحب نعمانی مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

تعلیم و تدریس

اعلیٰ حضرت کے جد امجد نے ایک دن ایک خوشگوار خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند سعید فاضل و عارف ہو کر علماء عصر میں ممتاز ہوگا چنانچہ اعلیٰ حضرت نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم فرمایا اور چھ سال کی عمر میں ایک بہت بڑے مجمع میں میاں و شریف پڑھی۔ تمام علوم درسیہ معقول و منقول اصول و فروع سب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کر کے بتاريخ ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ سند فراغت حاصل فرمائی اور اسی دن رضاءت کا ایک مسئلہ لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش فرمایا جو اب بالکل صحیح تھا والد ماجد نے اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام اعلیٰ حضرت کے سپرد فرمایا۔

۱۲۹۴ھ میں آستانہ عالیہ سرکار مارہرہ مظہرہ میں حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل فرمائی اور جمیع سلاسل کی خلافت و اجازت حاصل فرمایا نیز سند حدیث سے مشرف ہو کر ۱۲۹۵ھ میں والد ماجد کی ہرکالی میں حرمین طہین کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔

ایک دن اعلیٰ حضرت نے نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا فرمائی اس کے بعد امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح نے بغیر کسی تعارف کے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت کدہ پر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑے رہے پھر فرمایا بے شک اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے

لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک صرف گیارہ واسطے ہیں۔

واقعات طفولیت

(۱) تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت صرف ایک بڑا کرتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اتفاق سے چند بازاری عورتیں سامنے سے گزریں۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً کرتے کا اکا داسن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرہ مبارک کو چھپا لیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان میں سے ایک بول اٹھی او صاحب منہ تو چھپا لیا اور ستر گھول دیا۔ آپ نے اس کو برجستہ جواب دیا جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہو گئی۔

ایک روز بچوں نے اپنے استاد سے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا جیسے رہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے عرض کیا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ ولیم السلام کہنا چاہیے تھا مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جس سے اعلیٰ حضرت کے ذکاوت اور فراست کا اندازہ ہوتا ہے۔ رب کریم مسلمان کے ہر بچے کو حیات اعلیٰ حضرت دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ اس آئینہ میں اپنے مستقبل کو سنوار سکے۔ ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تاریخ ہر مسلمان کے گھر میں پہنچائی جائے تاکہ آج کا مسلمان اپنے امام و پیشوا کی صحیح قدر و عظمت پہچان سکے۔

رام پور میں

اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ ضرورت سے رام پور تشریف لے گئے وہاں جناب عبدالعلی صاحب علم حیات کے مشہور فاضل تھے چند روز ان کی خدمت میں رہ کر شرع جہنمی کے اسباق لے گئے۔

نواب رام پور کے اشتیاق پر دوسری بار رام پور تشریف لے گئے نواب کلب علی

خاں والی رام پور نے خاص اسپنچ پلگ پر بیٹھنے کیلئے فرمایا اور آپس میں کچھ علی باتیں ہوتی رہیں۔ اثناء گفتگو میں نواب صاحب نے یہ فرمایا کہ مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی مشہور مفتی ہیں آپ ان سے منطق کی کتابیں پڑھ لیجئے ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شمس العلماء مولانا عبدالحق صاحب مرحوم خیر آبادی بھی تشریف لے آئے نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف فرمایا و نیز اپنے مشورہ کا تذکرہ فرمایا۔

مولانا عبدالحق مرحوم کا یہ کہنا تھا کہ دنیا میں صرف ڈھائی عالم ہوئے ہیں۔ ایک مولانا بحر العلوم دوسرے مولانا فضل حق خیر آبادی اور نصف بندہ (یعنی مولانا عبدالحق) چنانچہ تعارف کے بعد مولانا عبدالحق نے اعلیٰ حضرت سے دریافت فرمایا ”منطق میں کون سی کتابیں پڑھی ہیں۔“

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ”قاضی مبارک وغیرہ“ یہ سن کر دریافت فرمایا ”کیا شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟“

یہ طعن آئینہ سوال سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا ”کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے۔“

مولانا عبدالحق صاحب نے معقول جواب پا کر سوال کا رخ بدل دیا اور دریافت فرمایا ”اب آپ کا کیا مشغلہ ہے؟“

فرمایا ”تدریس اتمام اہتمام اور تصنیف“

اس کے بعد مولانا نے دریافت فرمایا کہ سن میں تصنیف فرماتے ہیں؟“

اعلیٰ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا ”مسائل دینیہ و روایہ“

جواب کے آخری لفظ کی توقع مولانا عبدالحق صاحب کو نہ تھی جس کو اعلیٰ حضرت اپنی ذکاوت سے سمجھ گئے اور فرمایا ”آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے روایہ فرمایا مولوی اسماعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے شکست دی اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام ”محقق الفتویٰ سلب الطغویٰ“ تحریر فرمایا“

اعلیٰ حضرت نے علوم و معارف کے جو درجہ بہائے ہیں اس کا اعتراف نہ صرف والدین و متعلمین کو ہے بلکہ حزب مخالف کے سرگروہ جو اعلیٰ حضرت کی مخالفت پر قلم اُٹاتے ہیں ان کی بھی تحریر کا یہ رُف آخر ہوتا ہے کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا خان صاحب قلم کے بادشاہ تھے جس مسئلہ پر قلم اُٹھایا نہ تو موافق کو ضرورت افزائش اور نہ تو مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی تھی۔ اس موقع پر مناسب ہو گا کہ اعلیٰ حضرت کے دیوان کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

ملک سخن کی شای تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو کے بٹھا دیتے ہو

وقت حافظ و حفظ قرآن شریف

اعلیٰ حضرت بہا اوقات ارشاد فرماتے کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ ”حافظ“ لکھ دیا کرتے تھے حالانکہ میں اس منصب کا اہل نہ تھا یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا ایک رکوع پڑھ کر ہمیں سنا دیں تو دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ چنانچہ یہ طے پایا اور عشاء کا یہ وضو فرمانے کے بعد جماعت سے پہلے یہ نشست شروع کر دی گئی اور تیسویں روز اعلیٰ حضرت نے تیسواں پارہ سنا دیا اور یہ فرمایا کہ بھد اللہ ہم نے کلام پاک بالترتیب یاد کر لیا اور یہ اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ہو۔

دوسرا واقعہ

اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پہلی بحیثیت تخریف لے گئے اور حضرت مولانا وحسی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے کہمان ہوئے اثناء گفتگو میں ”عزود اللارہ فی تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ“ کا ذکر آیا۔ اتفاق سے یہ کتاب حضرت محدث سورتی کے کتب خانہ میں موجود تھی اور اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں نہ تھی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔

حضرت محدث سورتی نے بخوش قبول فرمایا اور کتاب لا کر حاضر کر دی اور ساتھ ہی

ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ملاحظہ فرمائے کے بعد بھیج دیجئے گا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت اپنے ایک جانثار مرید کی دعوت پر رک گئے اور شب ہی اس ضخیم کتاب کو ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن روانگی سے قبل وہ کتاب حضرت محدث سرور کو واپس کر دی گئی۔

حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ کیا میرا جملہ (ملاحظہ فرما کر واپس بھیج دیجئے گا) باعث ملال ہوا۔ جواباً اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا۔ دو تین مہینہ تک تو جہاں کے عبارت کی ضرورت ہوگی لکھ لوں گا، مضمون عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا (ذالک فضل اللہ یوقیہ من یشاء)

ادبی لطیفہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حدود و شمار سے باہر ہیں ایسے ہی ادبی لطیفے بھی جدت طرازی میں اپنی مثال ہیں۔

(۱) کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ”آریہ دھرم پر چار“ رکھا۔ کتاب چھپنے کے بعد مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ حاشیہ پر اس کا رد لکھا اور اسی طرح جلی قلم سے ”پر چار“ کے بعد ”حرف“ بڑھا دیا۔ گویا اب اس کتاب کا نام ہو گیا ”آریہ دھرم پر چار حرف“۔

(۲) ایک رائشی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ”جناس الائناس“ رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد بالکل سی ترمیم فرما کر اس کتاب کا نام ”انجاس الائناس“ کر دیا۔

(۳) مولوی خرم علی نے ”تفسیر المسلمین“ نام کی ایک کتاب لکھی جس میں وہی باتیں ہیں جو تفسیر الایمان میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اسی طرح لکھا ”خرم علی“ اعلیٰ حضرت نے لکھی سی ترمیم فرما کر کتاب کا نام ”تفسیر المسلمین“ اور مصنف کا نام ”خرم علی“ کر دیا۔

اسی طرح سے اعلیٰ حضرت کے بہت سے ادبی لطائف مشہور و معروف ہیں مثلاً وہی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کو ”تقویۃ الایمان“ کر دیا۔ اور ایسے ہی اعلیٰ اشرف علی تھانوی کی ”حفظ الایمان“ کو ”خیط الایمان“ کر دیا۔ ایسے ہی جوہری کا نامی پر جب بعض علمائے اہل سنت نے اعتراض کیا تو مولانا عبدالغفار خاں صاحب رام پوری نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”جل اللہ التین لہدم آثار البتہین“ اعلیٰ حضرت نے ترتیب بدل کر اس کتاب کا نام ”آثار البتہین لہدم جل اللہ علی“ رکھ دیا۔ ان واقعات کی تفصیل دیکھنی ہو تو ”حیات اعلیٰ حضرت“ ملاحظہ فرمائیے۔

اعلیٰ حضرت محدث سورتی کی نگاہ میں

حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر خلیفہ اعظم حضرت عثمان اعظم کچھ چھوٹی نے ایک بار حضرت محدث سورتی سے دریافت فرمایا کہ آپ کو ف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب حج مراد آبادی سے حاصل ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے اور کسی سے نہیں اس کی کیا وجہ ہے حضرت محدث صاحب نے یہ فرمایا کہ سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو حج مراد آبادی میں نصیب ہوئی، بلکہ وہ ایمان و مدارجات ہے جس میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا ہے اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کا بہانے والا اعلیٰ حضرت ہی کی ذات گرامی ہے اس لئے ان سے تذکرے سے بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمے کو مشغل ہدایت جانتا ہوں۔

آج سے چند برس پہلے قصبہ گھوئی ضلع اعظم گڑھ کا سالانہ اجلاس تھا جس میں دیگر علماء کے علاوہ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اور شیریدیشہ اہل سنت حضرت مولانا خشت علی خان صاحب بھی رونق پذیر تھے۔ یہی مولانا عبدالنثار صاحب صدر جمہوریت اسلامیہ کے دولت کدہ پر علماء کی دعوت تھی۔ انبار گفتگو میں اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال پر بات آئی۔ شیریدیشہ اہل سنت یا استاذ العلماء

میں سے کسی ایک نے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ فرماتے تھے کہ بہت سے لوگوں کو اعلیٰ حضرت کے دربار سے مختلف قسم کی دو تیس نصیب ہوئیں لیکن مجھے سب سے بڑی دولت ایمان کی اگر کہیں سے نصیب ہوئی تو اعلیٰ حضرت کے دربار گرامی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ حضرت صدر الافاضل کو ظنی سے بہت گہرا تعلق تھا جس کی وجہ سے بہت سے بعض دینی مسائل میں شکوک و شبہات تھے اگر کسی نے ان شکوک و شبہات کا ازالہ فرمایا تو وہ تاجدار اہل سنت آفتاب شریعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلند ترین شخصیت ہے۔

استاذ محترم جاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت اکثر اس بات پر انہوس فرمایا کرتے ہیں کہ یہ میری بد قسمتی ہے کہ میں اعلیٰ حضرت کی زیارت سے محروم رہا۔ مگر میں نے اعلیٰ حضرت کو ان کی تصنیفات سے پہچانا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت کے رسائل پر حضرت جاہد ملت کی اتنی گہری نگاہ ہے کہ ایک مرتبہ بریلی شریف کی حاضری میں حضرت مفتی اعظم ہند نے کسی استغاثہ پر اپنا تحقیقی فتویٰ دیکھاتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں نے اس فتوے میں انتہائی کاوش و فتنی سے کام لیا ہے۔ اور اپنی کاوش پر حضرت مفتی اعظم کو انتہائی مسرت تھی جسکی فتوے کو دیکھ کر استاذ محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اعلیٰ حضرت کا جواب اس بارے میں میری نگاہ سے گزر چکا ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے انتہائی حیرت سے اپنی عقلی کو پیشانی پر رکھتے ہوئے فرمایا میں تو اس بات پر خوش تھا کہ یہ میری تحقیقی فتویٰ ہے مگر تاجدار اہل سنت نے کسی شبہ کو نہیں چھوڑا۔

بات بڑھ گئی کہنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال کا احاطہ ہم جیسے تنہی دامن و بے مایا لوگوں کا کام نہیں۔ آج جس قدر بھی اکابر علمائے اہل سنت ہیں ان کے قلم و زبان اعلیٰ حضرت کی مدحت و تعریف میں رطب اللسان ہیں اور رقی دنیا تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تاجدار اہل سنت نے اپنی مختصر سی زندگی میں اپنی تصانیفات کا

ایسا گراماں مایہ خزانہ چھوڑ دیا ہے جو ہمیشہ کے لئے آنے والی نسل کے لئے کافی ہے کاش اعلیٰ حضرت کے وہ رسائل جو غیر مطبوع ہیں ان کی طباعت کا مستقل انتظام کیا جاتا اور جو مطبوعہ رسائل نادر و نایاب ہیں دوبارہ ان کی طباعت کا اہتمام کیا جاتا۔

اخلاق کریمہ

اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی (الحب للہ و البغض للہ) کی مصداق تھی۔ آپ کسی سے محبت فرماتے تو اللہ کیلئے اور مخالفت فرماتے تو اللہ ہی کے لئے کسی کو کچھ دیتے تو اللہ کے لئے اور منع فرماتے تو اللہ کے لئے۔

اعلیٰ حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ تعذیب و تالیف، کتب بینی اور ادا و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز یا جماعت ادا فرماتے۔

اعلیٰ حضرت وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرماتے عموماً دو لوٹے پانی سے وضو فرماتے۔

اعلیٰ حضرت خطوط کے جوابات پر بہت اہتمام فرماتے۔ اگر اختلاف بہت اہم ہوتا تو خود اعلیٰ حضرت ہی تحریر فرماتے ورنہ حضرت صدر الشریعہ یا حضرت ملک العلماء وغیرہ کے سپرد فرما دیتے۔ مدرسہ کے متعلق جو خطوط آتے وہ حضرت جید الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھجوا دیتے۔

وعظ و تقریر

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وعظ و تقریر سے بہت احتراز فرماتے۔ ایک مرتبہ جامع مسجد بیتا پور میں ایک صاحب نے بغیر اجازت کے وعظ کا اعلان کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کو یہ بات ناگوار خاطر گزری مگر جب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرمادیجئے اعلیٰ حضرت نے قرآن پاک کی کسی آیت پر ایک مدلل تقریر فرمائی جس سے عوام و خواص دونوں متاثر ہوئے۔ اس قسم کے اور

بھی بعض واقعات پیش آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی اجازت لئے بغیر اعلان کر دیا گیا اور لوگوں کے اسرار پر مسلسل کئی کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔

۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔ جس کے رد میں پٹنہ کے بعض رئیسوں نے ایک اجلاس طلب کیا جس میں دیگر علماء اہل سنت کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے بھی شرکت فرمائی۔

حضرت سید اسماعیل حسن صاحب کا بیان ہے کہ میں اور مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی دونوں اپنی آرام گاہ پر آچکے تھے اس درمیان میں یہ معلوم ہوا کہ آج کی نشست میں اعلیٰ حضرت کا بیان ہو گا تو مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ سنا ہے ندویوں کے سرغزب بھی آئے ہوتے ہیں۔ چلو آج پٹنہ کے دار دیکھنے کے قابل ہوں گے چنانچہ اعلیٰ حضرت نے ایسی مدلل اور جامع دعویٰ تقریر فرمائی کہ ندویوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ فرمایا کرتے تھے ایک جلسہ دستار بندی کے سالانہ اجلاس میں اور دوسرا وعظ مجلس میلاد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح ۸ بجے منعقد ہوتی ہے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے یہاں محفل منعقد ہوتی ہے جو اعلیٰ حضرت کا آبائی مکان بھی ہے۔ شہر کے عائدین و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے اور تیسرا وعظ حضرت سید شاہ آل رسول صاحب دار ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر یہ محفل اعلیٰ حضرت ہی کے کاشانہ اقدس پر منعقد ہوتی۔ انھوں نے کہ اعلیٰ حضرت کے مواضع حسنہ قلم بند نہ ہو سکے۔

تبرہ علمی

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری سلطانپوری کا بیان ہے کہ جس زمانے میں دہلی میں حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کا ذکر مبارک انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ ہمتی ہے کہ

ہر باب میں ان کے محتاج ہیں ان کے تبرہ علمی کے یہ کمال ہیں کہ اگر وہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں اور چاروشی لکھنے کو بیٹھ جائیں تو وہ جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے کہ یہ ۴۰۰۰ حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل شاہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے مولانا عبدالجبار صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھلایا اور عرض کیا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف میں لکھ دیجئے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اسی وقت نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و منیع صیف درود شریف شجرہ قادریہ پر کاتب تحریر فرما دیا۔ موصوف ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو غلطی تفسیر کی طرف میں نے ہی متوجہ کیا تھا تذکرہ کرتا کتبیں دکھاتا چنانچہ ایک بار کسی خاندانی کتاب ایک نیا دفعی پھر مقتضی میری نظر سے گزرا اور اسے مولانا کو بھی دکھایا اس کے قاعدے کی تشریح و توضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی اور دو روز کے بعد ایک مفصل رسالہ اس دفعی کے متعلق تحریر فرما کر مجھے دے دیا۔

ایک بار اعلیٰ حضرت مسلم الثبوت کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر سے گزرا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سر سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر بیٹے سے لگا لیا اور فرمایا کہ احمد رضا تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھے پڑھاتے ہو۔

ایسے ہی اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔

تاریخ گوئی

۱۲۸۶ھ میں اعلیٰ حضرت کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ایک صاحب نے امام یازہ بنایا ہے چاہتے ہیں کہ کوئی

تاریخی نام ہو اور دروازہ پر کتبہ کر دیں اعلیٰ حضرت نے مابعد فرمایا ان سے کہیے ”بدر
رفض“ جواب سن کر انہوں نے عرض کیا کہ امام ہاڑہ گزشتہ سال ۱۲۸۶ھ ہی تیار ہو چکا
ہے۔ مقصد یہ تھا کہ دوسری تاریخ اعلیٰ حضرت نے فرمادیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا
”دارِ رُفُض“ پھر انہوں نے عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۱۲۸۳ھ میں ہوئی تھی اس لئے اسی سنہ
کا ہونا مناسب ہے۔ ارشاد فرمایا ”دارِ رُفُض“ رکھ لیجئے۔

کلام الامام امام الکلام

ملک سخن کی شای تم کو رضا سلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں
سیدنا امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ عظیم البرکت امام اہل سنت مجددین و ملت
داخل اہل عالم ہے بدل شاہ محمد احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی
ات ستودہ صفات ہندوستان پاکستان اور عرب و عجم میں محتاج تعارف نہیں ایسی جامع
کلمات ہستی صدیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے نقد و حدیث فلسفہ و منطق ادب و تاریخ
تفسیر و کلام بیان و بدیع ہلہ قیون ریاضیہ فن شعر و عروض غرضیکہ کونسا علم ہے جس میں
آپ کو مہارت تامہ حاصل نہیں زبردست خطیب و مقرر صاحب کثیر القاصف مصنف
باندہ پایہ محقق عربی و فارسی زبان و ادب کے زبردست اسکالر اردو کے بہت بڑے مفسر
فرض کہ ہندوستان میں ایسی بیجا کمال ہستیاں نہ ہوتی ہوں گی ہندی مسلمان اس بابہ ناز
استی پر جتنا بھی فخر کریں درست ہے کلمات ظاہری کو دیکھ جیہ علماء کی آنکھیں خیرہ اور
حسن باطنی کو دیکھ کر اہل بصیرت حیران علم و ہدایت کا سرچشمہ جس سے ہزاروں علمائے
دین و شریعت فیض یاب اور لاکھوں تشنہ کا بان معرفت سیراب زندگی کا ایک ایک لمحہ
وقف رضائے مولا چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سونے جاتے غرض کہ تمام
جزئیات حیات میں بیرونی سنت کا التزام بات چیت میں تحریر و تقریر میں نثر و نظم میں
خیال و تصور میں غرض ہر امر میں شریعت مطہرہ کا احترام یہ ہیں وہ اوصاف جنہیں ہر
دیکھنے والی آنکھ اس مقدس ذات میں دیکھتی رہی۔

جس زمانہ میں اس بادی شریعت اور مامی بدعت کا ظہور ہوا وہ زمانہ ہندوستان میں

نعت رسول مقبول ﷺ

لوگ کہتے ہیں تمہارے موت کی ابھی نہیں
کیا کروں، بھر نبی میں زندگی ابھی نہیں
اب تو ایسا پڑ گیا ہے درد مولا کا مزہ
دل کی حالت ہو اگر اچھی بھلی، اچھی نہیں
روئے ہیں بھر نبی میں روتے روتے مر نہ جائیں
ہنسنے والوں! روئے والوں سے ہنسی ابھی نہیں
جان دینا ہے خدا کو، دل نبی کو دے چکے
جانے والے جان سے دل بچکی ابھی نہیں
روضہ اچھا، زائر اچھے، اچھی راتیں، اچھے دن
سب کچھ اچھا، ایکے فحش کی گھڑی ابھی نہیں
لوا! شادی داد و محشر نے مجھ کو فردِ بزم
المدد یا سیدی! یا سیدی! یا سیدی
کوئی روضے میں خبر کر دو خدا کے واسطے
آج حالت حافظہ بیمار کی اچھی نہیں
کلام حافظہ علی ہمدانی

دین و ملت کے لئے بہت نازک زمانہ تھا بہت پر آشوب وقت تھا۔ ہر طرف فتنہ و فساد ہر سمت دین میں رخنہ اندازیاں کیں دہریت و کفریت کا زور کھیں قادیانیت کا فتنہ کھیں خدا کے منکر تو کھیں رسول کے منکر رب العالمین نے کرم فرمایا اور رحمتہ للعالمین کا ایک سچا غلام۔ سچا عاشق پیدا فرمادیا۔

ہزاروں سال زنجس اپنی بے لوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجھے ان اوراق میں سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارج عالیہ کا خطبہ پڑھنا آیا ان کے کلمات صوری و معنوی پر فقیدہ لکھنا مقصود نہیں ہے اور نہ یہ میرا منصب ہے اس سے بڑے کام کو وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو درحقیقت بڑے ہیں مجھ جیسا کم لیاقت اور بے بضاعت انسان بھلا سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و محامد پر کیا قلم اٹھا سکتا ہے۔

مجھے آپ کے جس وصف نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ان کا جذبہ عشق رسول اور ان کی جس تعریف نے میرے قلب پر گہرے نقوش بنائے ہیں وہ ہے ان کے اختیہ کام کا مجموعہ مدائق بخشش یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے اور اس کی تاریخ اشاعت ۱۳۲۵ ہجری ہے۔

مدائق بخشش، لکھائے نعت و منقبت کا ایک ایسا حسین و دلکش گلدستہ ہے کہ جس کا جواب ہندو پاکستان میں نہیں بلکہ عرب و عجم میں مشکل سے نظر آئے گا۔ مدائق بخشش خسرواقلیہ جن صاحب مداح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہنشاہ نعت گو یاں یعنی عبدالصغیٰ رضا نے بلندی کے شوق میں دل و دماغ کی تخلیق ہے جس طرح آپ امام اہل سنت ہیں اسی طرح ان کا کلام بھی کلام سخن کا امام ہے اور مدائق بخشش پر کلام الامام الامام الکلام کا مقول حرف بحرف صادق آتا ہے کیونکہ دراصل یہ کلام شیخ ہدایت ہے تمام مداحان رسول کے لئے۔

اردو شعراء کے تذکروں اور تاریخ ادب اردو کی کتابوں میں رضا بریلوی کا نام

امراء کی فہرست میں نہیں ملتا۔ یہ بالکل صحیح ہے تمام اہل علم و اہل قلم اعلیٰ حضرت کے سب سے واقف ہیں ان کے دل و دماغ پر اعلیٰ حضرت کی بزرگی اور فضیلت کا سکہ بیٹھا ہے اور وہ سب بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ شعراء کی ذیل میں اعلیٰ حضرت کو شامل کرنا بے جہل ہے اور ان کی اعلیٰ شان کے منافی ہے کہیں اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خسرواقلیم سخن ن شاعری سے نااہل ہے رموز و نکات شعر سے ناواقف ہے۔ نہیں نہیں رضا کو فن شعر پر باری قدرت حاصل ہے بلکہ ملک سخن کی شاہی رضا کے لئے مسلم ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں یہ شاعرانہ تعلیٰ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے رضا نے قریب قریب تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی ہے غزل، قصیدہ، مثنوی و مستزاد قطعاً و رباعیات غرض جس میدان کی طرف آگئے ہیں سکے بٹھا دیئے ہیں مضامین کی کثرت ہے زور بیان بدرجہ اتم ہے اصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ حمد و نعت، منقبت، سلام و درود دعا و التجا حقیقت، حضرت، معجزات و کرامات آیات قرآنی و احادیث نبوی کی شرح وغیرہ اس قدر مضامین ہر نوع ہے کہ حیرت ہوتی ہے تشبیہات و استعارات کی ندرت، نتائج مدائح کا حسن، توانی کا زور تسلسل بیان آمد انتہائی جوش و جذبہ والہانہ عقیدت و ارادت، غرض کہ یہ سب میں اعلیٰ حضرت کے کلام میں پائی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں اور چند ایسے امتیازی خصوصیات بھی ملتے ہیں جو دیگر شعراء کے کلام میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔

اعلیٰ حضرت پیشہ ور شاعر نہیں بلکہ نعت گو شاعر ہیں ان کا میدان شاعری نعت سرور و نجات ہے یہ میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس کی وسعت و پیمائی کا اندازہ لگانا مشکل ہے جس طرح میدان نعت گوئی وسیع ہے اسی طرح و قیع بھی ہے محبوب رب العالمین کی ثناء و صفت سے بڑھ کر اور کونسا کلام ہو سکتا ہے۔ خود خلاق دو عالم پہلا نعت گو ہے اور امام احمد رضا نعت کی جامع کتاب ہے۔

از ابتدا تا آخر سارا کلام ربی یا حمد کبریہ یا نعت مصطفیٰ ہے

اعلیٰ حضرت نے تمام زور شاعری نعت کے میدان میں صرف کیا ہے دنیا کے کسی تاجدار تاجدار کہنا وہ اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ کبھی کسی امیر بادشاہ حاکم وغیرہ کی مدح سرائی نہیں مجازی حسن و عشق کی شاعری سے بھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ غرض کہ ان تمام لغویات سے کادامن ہمیشہ پاک رہا احکام شریعت ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے۔ ہر نیکو نامناسب بات کلام کو محفوظ رکھا اور قرآن سے نعت گوئی کا درس لیا۔ خود ایک رباعی میں ارشاد فرمایا ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ بچا ہے ہے المیتہ اللہ محفوظ قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ میدان نعت اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن سخت مشکل یہ بھی ہے۔ یہ راہ نگار سے اور ہال سے ہر ایک تر ہے افراط و تفریط سے بچ کر شریعت کی قیود میں رہ کر جذبہ دل اظہار کرنا بہت دشوار ہے۔ اعلیٰ حضرت نے حدود شریعت میں رہ کر جس جوش اور جہد غلوں سے اپنے آقا کی عظمت و بزرگی کے خطبے پڑھے ہیں اور جس دلولہ اور کیف کے ساتھ اپنے مولیٰ کی شان کے لئے نغمے گائے وہ آپ اپنی مثال ہیں درود پڑھنے اور اللہم صل وسلم وبارک علیہ۔

تشیہات و استعارات

عام شعراء جنہیں نعت گوئی کا بھی شوق ہے اکثر و بیشتر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ استعارے استعمال کر جاتے ہیں جو عموماً عشقیہ غزلوں میں مشوفاً مجازی کے لئے مستعمل ہیں مثلاً 'دلیب' شوخ' قاتل' بت' سنگر وغیرہ وغیرہ اب اعلیٰ حضرت کا کلام ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ آقائے دو جہاں اور محبوب کردگار کے کیسے پیار پیارے احترام و محبت سے بھرے ہوئے 'شیریں' لطیف اور نازک استعارے استعمال فرمائے ہیں۔

سردربوں کہ مالک و مولیٰ کیوں تجھے باغ غلیل کا گل زیا کیوں تجھے حرمیں نصیب ہوں تجھے امید کہ کیوں جان مراد کان تمنا کیوں تجھے

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں اے جانماں میں جان تجلا کیوں تجھے اس مردہ دل کو مژدہ حیات ابد کا دوس تاب و توان جان مسیحا کیوں تجھے تیرے تو وصف عیب تفاق سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کیوں تجھے لیکن رضائے ختم بخمن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ، خلق کا آقا کیوں تجھے کہہ لگی سب کچھ نکلے ثنا خواں کی خامش چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کیوں تجھے ہر موقع پر ایسے ہی الفاظ سے یاد کیا ہے جو شاہان شان محبوب ہوں جان مراد کان تمنا جانماں جان بھلی جان رحمت تاب و توان مسیحا، یکس نواز گیسوؤں والا مالک و مولیٰ رؤف و رحیم وغیرہ کیسے پیارے الفاظ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ غور کیجئے ہر شعر میں کوئی نہ کوئی لفظی یا معنوی صنعت موجود ہے پہلے شعر میں مراعات الطیر' دوسرے شعر میں اسید و حرام میں تضاد ہے تیسرے شعر میں جسم و جان اور تابش و تجلا کی بلاغت پر غور کیجئے۔ چوتھے شعر میں مردہ دل اور حیات ابد اور پھر حیات اور میتا کی نسبت پر غور کیجئے اور پھر حضور اکرم کو میتا کی جان کی تاب و توان کہنا کتنا لطیف اور پر کیف استعارہ ہے۔ پانچویں شعر میں وصف اور عیب میں صنعت تضاد ہے۔

صنائع بدائع

صنائع بدائع اگر شعر میں مناسب طور سے بر محل و برجستہ آ جائیں تو کلام کی زیب و زینت ہیں اگر تکلف کے ساتھ لائے جائیں تو مذاق صحیح چرگراں ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں بکثرت لفظی و معنوی صنعتیں آئی ہیں اور سب بر محل ہیں لفظ و شعر حسن تغلیل ایہام مقابلہ تلخیص و تلخیص، تلمیح و تلمیح، تسبیح و تسبیح، اشتقاق وغیرہ بکثرت صنائع و بدائع ہیں جو حسن کلام کا زیور بن کر معنوی حسن کو دوہلا کر رہے ہیں۔

صنعت تلمیح

یعنی کلام میں مختلف زبانوں کو جمع کر دینا، اعلیٰ حضرت کسی شاعرانہ خوبی یا لفظی صنعت کے لئے شعر نہیں کہتے اور کوئی بھی بلند پایہ خود دار شاعر اس بات کو پسند نہیں کرتا۔

یوں کلام میں خود بخود بر محل کوئی محاورہ یا ضرب المثل روزمرہ یا صنعت آ جائے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن بعض اوقات مذاق زمانہ یا فرمائش احباب سے مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ رضا کے نعتیہ دیوان میں بھی ایک غزل کے تمام اشعار میں صنعت تلمیح ای قسم کی مجبوری کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ صرف تین شعر ملاحظہ ہوں اس میں عربی فارسی ہندی اور اردو چار زبانوں کو ہر شعر میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

- ۱- لم بات نظیرک فی نظر منی تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو رہے سروسے تھہ کو شہ دوسرا جانا
 - ۲- البحر علا والموج طغی من بکس و طوفان ہو شربا
مندھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
- مقطع میں فرماتے ہیں۔

بہں خامہ خام نوائے رضیانا یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد احباب مطلق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

بڑی بڑی سنگلاخ زمینوں میں اور مشکل مشکل ردیف دقتوں میں بھی نہایت عمدہ و پر کیف اشعار نکالے ہیں۔ معراج کا مضمون ہے بندہ اللہ سے ملنے جاتا ہے گویا جلوۂ ظاہر لمحہ باطن میں گم ہونے جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

معجزہ شق القمر و رجوع الشمس محاورہ و روزمرہ کا استعمال

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا لمحہ باطن میں گئے جلوہ ظاہر ہو گیا
تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اگلے قدم تیری انگلی اٹھ گئی نہ کا کلیجہ چر گیا
بندہ گئی تیری ہوا سادہ میں خاک اڑنے لگی بڑھ چلی تیری دنیا آتش پہ پانی پھر گیا
اس شعر میں اربعہ عناصر ہوا، خاک، آتش، پانی سب کو جمع فرما دیا اور ہوا بندہ جانا، خاک
اڑنا، پانی پھرنا، محاورات کس خوبی سے نظم فرمائے ہیں اور ذرا بندھنا، اڑنا، چلنا پھرنا پھر بھی
غور فرمائیے۔

ت و نا کامی

وہ آنکھ کہ نا کام تہنہا رہی ہائے وہ دل جو ترے در سے پر امان گیا
بے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
وہ دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے تم نہیں چلے رضا سارا تو سامان گیا
ن یوسف پہ کئیں مصر میں انگشت نران سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

قائل

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے قائل سے ہے جو حضور پر نور
یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلیت پر دلالت کرتا ہے (۱) وہاں حسن یہاں نام
(۲) وہاں کتنا کہ عدم قصد پر دال ہے یہاں کتنا کہ قصد و ارادہ بتاتا ہے (۳) وہاں مصر
ہاں عرب کہ زمانہ جاہلیت میں اس کی سرکشی و خود سری مشہور تھی (۴) وہاں انگشت
ہاں سر (۵) وہاں زنان یہاں مردان (۶) وہاں کئیں کہ ایک بار وقوع جاتا ہے یہاں
ملاتے ہیں کہ استمرار پر دلیل ہے۔

نصاحت و بلاغت

مرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول لب پھول دہن پھول دہن پھول
اللہ جو مل جائے مرے گل کا پینہ مانگے نہ کبھی نہ پھر چاہے دہن پھول

حسن تعلیل

ہے کلام الہی میں شمس وضیٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

قرآن نے نعت گوئی سکھائی

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شاہیرے شہر و کلام و ہوا کی قسم

(۱) شہر کی قسم رب ہارک و تعالیٰ کھاتا ہے اقسام بھذا البلد و انت حق بھذا البلد مجھے اس شہر مکہ کی قسم ہے اس لئے کہ اے محبوب تو اس شہر میں تشریف رہا ہے (۲) یا رب ان ہولاء قوم لا یؤمنون یعنی مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم ہے کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (۳) لعمروک انھم لفی سکر تھم بمعہود اے محبوب مجھے تیری جان نذیر کی قسم کہ یہ کافر اپنے نئے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

سلامت

انگی مہک نے دل کے شے کھا دیے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کو پے بہا دیے ہیں اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا تم نے تو چیلے پھرتے مردے جلا دیے ہیں ان کے تار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جانے کا عزم

حاجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو پوری غزل نہایت پر کیف اور ایمان افروز ہے طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں۔

حسن و لطافت

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ
خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
انگٹ شہب بھر انتقار عنوامت میں نہیں
ہیں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ
انگلیاں ہیں نیش پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس طرح روضہ کا نور اس ست منبر کی بہار
بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

صنعت تہج و صبح اور جوش بیان

زور بیان جوش عقیدت اور لطف زبان اور مختلف صنائع بدائع مثلاً تہج، ترصیع، اعتقاقات، تسبیح الصفات وغیرہ کے ساتھ ساتھ نعت کے مضامین کو کس روانی کے ساتھ بیان فرمایا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

زمین و زمان تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چٹیں و چٹاں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے
فرشتے خدم رسول حشم حمای ام غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
جناں میں جن جن میں سن، سن میں پچھن پچھن میں دوہن
سزائے محن پہ ایسے فن یہ امن و اماں تمہارے لئے

اعلیٰ حضرت کے مخصوص رنگ کے چند قصائد

حدائق بخشش حصہ اول میں تین بڑے قصیدے ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کا خاص رنگ پایا جاتا ہے یہ قصائد جملہ خوبیوں کے حامل ہیں روانی، جوش، جذبہ، عقیدت، تسلسل کلام، تجلّیل و عماکت، تمثیلات و استعارات روزمرہ و عوارض صنائع لفظی و معنوی غرض کہ تمام ادبی حاسن کے ساتھ ساتھ جذب عشق رسول قرآن و حدیث کے مضامین اگر ملاحظہ کرتا ہوں تو پڑھنے "حاضری بارگاہِ نبیین جاہ" وصل اول رنگ علمی اور پھر دوسرا قصیدہ اسی بحر توانی میں وصل دوم رنگ عشقی جس کا تاریخی عنوان ہے "حاضری درگاہ ابدی پناہ" ۱۳۲۳ھ جبری ان دونوں قصیدوں کے بیشتر اشعار ایسے ہیں جن میں قرآن و حدیث اور تاریخ و سیرت نبوی کے متعلق مضامین کثیرہ کو ایک ایک شعر میں قلمبند کر دیا ہے گویا کوثر میں دریا سوا دیا ہے صرف چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں

سہلا قصیدہ رنگ علی

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
من زار ترقی و جہت لہ شفاعتی ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے
حدیث میں فرمایا ہے من زار توبیتی و جہت لہ شفاعتی جو میرے مزار پاک کی
ذیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

کعبہ بھی ہے انہیں کی گلی کا ایک گل روشن انہیں کے نکس سے بکلی جھری ہے
مولیٰ علی نے داری تری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر سب سے جواہلی خطر کی ہے

دوسرا قصیدہ رنگ عشقی

بھنی سہانی صبح میں شندک جگر کی ہے کلیاں کھلیں دلوں کی بوا یہ کدھر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کیے سوچا خدا کو یہ عظمت کس سفر کی ہے
ہاں ہاں وہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ اور پاؤں رکھنے والے یہ چانچم دوسری ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم بچکے اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے
طہر میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند سیدھی سرک یہ شہر شفاعت مگر کی ہے
مانگیں گے ماتے جائیں گے نہ مانگی جائیں گے سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
پورا قصیدہ عشق میں ڈوبا ہوا ہے پڑھ کر وہد طاری ہو جاتا ہے اور ایک ایک شعر ان
دونوں قصائد کا ایسا ہے کہ علماء اور داعین کے لئے تقریر کا مستقل عنوان بن سکتا ہے جس
پر ہفتوں تقریر کی جاسکتی ہے۔

معراج نظم

یہ معراجہ قصیدہ بھی اپنا جواب نہیں دھکتا۔ پورے واقعہ معراج کو جس حسن و لطافت
کے ساتھ بیان کیا ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ان اوراق میں بیان کرنے کی مہیا نہیں
نہیں چند جنت جنتہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نئے طرب کے سامان عرب کے مہمان کیلئے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں پر رہتی تھی شادی بچی تھی دھوئیں
ادھر سے انوار پھٹتے آتے ادھر سے نعمات اٹھ رہے تھے
جلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی پچھاوار
دور وہ قدسی پرے ہوا کر کھڑے سلائی کے واسطے تھے
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
ٹھکے تھے روح الامیں کے بازو چھتاوہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے داولے تھے
جھکا تھا مجھے کو عرش اعلیٰ گری تھی سجدہ میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
بڑھ اے محمد قرین ہو احمد قریب آ سرور محمد
نار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا ساں تھا یہ کیا حڑے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خود سے کہہ دو کہ سر جھکا لے نگاہ سے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کے بتائے کدھر گئے تھے
دقی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
ای کی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے انکی طرف گئے تھے

قصیدہ نور

یہ معلوم ہوتا ہے کہ نور کی زمین ہے نور کا آسمان ہے ہر طرف نور ہی نور ہے پڑھنے
اشعار ملاحظہ ہوں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بیٹا ہے بازار نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
 باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
 میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا نور دن دنا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
 تیرے ہی جانب ہے انجمن وقت بچہ نور کا رخ ہے قبلہ نور کا ایرو ہے کعبہ نور کا
 شیخ دل مشکوۃ تن سینہ رجاہ نور کا تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا
 جو گدا دیکھو لے جاتا ہے توڑا نور کا نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
 تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

قصیدہ سلام

بارگاہ رسالت پناہ میں ہزاروں لاکھوں سلام لکھے گئے پڑھے گئے، لیکن اعلیٰ حضرت کے اس سلام کا جواب آج تک نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا، شہنشاہ سخن کی قادر الکامی اگر دیکھتا ہو تو اس سلام کو پڑھئے اور انصاف سمجھئے کہ یہ شاعرانہ تلمی نہیں بلکہ حقیقت تھی جو رضا کی زبان سے نکل گئی تھی۔

ملک سخن کی شای تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں
 ردائی اور جوش کا یہ عالم ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا ہے جو امنڈا چلا آتا ہے۔ اگر صرف اس ایک سلام پر تبصرہ کیا جائے تو پورا جگہ بھر جائے اور حق تبصرہ ادا نہ ہو۔ پیاری پیاری ترکیبیں، پیٹھے پیٹھے استعارے، سرکار کے اعلیٰ مدارج، معجزات، سرکار ابد قرار کے ہر ہر مونے تن پر سلام، نیات طیبہ کی ایک ایک آن اور ایک لمحہ پر سلام، سرکار کی ہر ادا پر سلام، سرکار کے اصحاب و عزت پر سلام، اہل بیت نبوت پر سلام، سیدہ طاہرہ ملکہ جنت پر سلام، حسن بختی و شہید کربلا پر سلام، اہمات المؤمنین پر سلام، جان نثاران بدر و احد پر درود عشرہ مبشرہ پر سلام، خلفائے راشدین پر سلام، تمام صحابہ کرام پر سلام، حضور غوثیت مآب کی بارگاہ میں سلام غرض کہ ان کی ساری امت پر لاکھوں سلام اس سلام میں تقریباً پونے ۷۷۰ اشعار ہیں اور ہر شعر ہر مصرعہ ہر ترکیب، ہر لفظ کہہ رہا ہے کہ ”کلام الامام امام الکلام“ چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

صلیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شیخ یزید ہدایت پہ لاکھوں سلام
 شہر یار اہم تاجدار حرم نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
 شب اسرا کے دولہا پہ دائم درود نوشہ یزید جنت پہ لاکھوں سلام
 ہم غریبوں کے آقا پہ سبے حد درود ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
 ان کے بعد حضور کے آل و اصحاب وغیرہ سب پر سلسلہ وار سلام کہتے ہیں اور پھر تمام اہل سنت پر اور اپنے استاد اہل بیت اہل و عیال پر اور آخر میں فرماتے ہیں۔
 ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

درود

اعلیٰ حضرت کے سلام کی طرح آپ کا قصیدہ درود بھی لا جواب ہے۔ اس میں اپنے مجرود نیاز اور سرکار سے التجا و استدعا کا پہلو بہت نمایاں ہے یہ درود اعلیٰ حضرت کی ہمت ہے اور تمام ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور داخلی و خارجی خوبیوں کا حامل ہے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

مجھے کے بدر الدجی تم پہ کرڈوں درود طیبہ کے شمس اعلیٰ تم پہ کرڈوں درود
 اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کرڈوں درود
 دل کرد خشنرا سرا وہ کلف پا چاند سا نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کرڈوں درود
 آس ہے کوئی نہ پاس ایک تہا رہی ہے آس بس ہے یہی آسرا تم پہ کرڈوں درود
 لفق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم تم سے ملا جو ملا تم پہ کرڈوں درود
 آنکہ عطا سمجھئے اس میں ضیا دیجئے جلوہ قریب آ گیا تم پہ کرڈوں درود
 ہم وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کرڈوں درود

فارسی کلام

اعلیٰ حضرت کو فارسی پر پورا عبور حاصل ہے فارسی میں غزلیات، قصائد، رباعیات، اشعار، مستزاد، مثنوی سب لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے ایک مثنوی رد امثالہ میں

ا) جواب ہے۔ اکیسر اعظم یعنی عقیدہ در منقبت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت خوب ہے اس عقیدہ کے صرف دو شعر بطور نمونہ کلام پیش کرتا ہوں۔

پیر میراں میر میراں یا شہ جیاں توئی
انس جان قدسیاں و غوث انس و جاں توئی
سرتوئی سرتوئی سررا سرور ساہاں توئی
جاں توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی

انتیازی خصوصیات

میدان نعت و منقبت میں شہنشاہ نعت گویاں یعنی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کوئی حریف مقابل نہیں آپ کا پاکیزہ کلام دوسرے نعت گو شعراء کے لئے مشعل ہدایت ہے آپ کی چند انتیازی خصوصیات ہیں جو دوسرے شعراء میں کم نظر آئیں گی۔

(۱) احترام شریعت الفاظ میں تشکیل میں ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے اللہ کے محبوب کے لئے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال ہیں جو انتہائی ادب و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں جس کی پیشتر مثالیں آچکی ہیں۔ تمام کلام شروع سے آخر تک پڑھ جائیے لفظ بٹرب نہیں نہ پائیے گا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم ناز سے تمام برائیوں اور پیاریوں کو دور کر کے بٹرب کو طیبہ بنا دیا ہے۔

(۲) حفظ مراتب خدا رسول خدا انبیاء صحابہ اولیاء ان سب کے مراتب کا خیال رکھنا اکثر شعراء جوش عقیدت میں اولیاء کو صحابہ کرام اور انبیاء پر فضیلت دے جاتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام کے فضائل بیان کرنے میں دیگر انبیاء پر فضیلت دے دیتے ہیں یا نجی الانبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ دیگر انبیاء کے کرام سے اس طرح کرتے ہیں کہ ان کا احترام باقی نہیں رہتا۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں یہ بات ہرگز نہ پائیے گا۔

(۳) اکثر شعراء کعبہ عرش حرم مسجد جنت رضوان اسلام وغیرہ کی حرمت پر نہیں لگاتے ہیں اور بت خانہ میخانہ کفر و زنا وغیرہ کی عظمت ثابت کرتے ہیں یہ بہت معیوب چیز ہے اس قسم کی انویات سے اعلیٰ حضرت کا کلام بالکل پاک ہے۔

(۴) اعلیٰ حضرت کا کلام جھوٹ مبالغہ اور دیا سے بالکل منزہ ہے۔ ہر جگہ خلوص صداقت اور جذب دل کی ترجمانی ملے گی۔

(۵) عقائد اہل سنت کی تبلیغ اور اطاعت و محبت رسول کی تلقین اور عقائد باطلہ کی تردید بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیت ہے۔

(۶) سرکارِ غوثیت آپ میں ہے انتہا پناہ مندانہ عقیدت بھی آپ کی انتیازی شان ہے۔

(۷) فضائل نبوی کو دلائل سے ثابت کرنا سرکار رسالت کے مدارج عالیہ حضور کے اقتدار اور علم وغیرہ کے ذکر میں جہاں انتہائی جوش و جذبہ کا اظہار کیا ہے وہاں اس خیال سے کہ کسی ناہم کو مبالغہ کا شبہ نہ ہو مضمون کو دلائل سے مبرہن کر دیا ہے مثلاً۔
میں تو مالک اہی کوں گا کہ وہ مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

اور کوئی غیب کیا تم سے نہیں ہو سکتا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
(۸) اکثر ان شعراء کے یہاں جو فلک بخوری کے آفتاب و ماہتاب کہلاتے ہیں نعت و منقبت کے مضامین میں خلوص اور دلی جذبہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ لھنچ، مکلف اور بنا دے ہے۔ اعلیٰ حضرت کا کلام سرتا پادلی جذبہ کی نگارش ہے۔

(۹) اعلیٰ حضرت کے نعتیہ قصائد غیر ضروری اور نامناسب تمہید اور تشبیہ سے شروع نہیں ہوتے۔ جیسا کہ بہت سے فارسی وارد و بلند پایہ شعراء کا طریقہ ہے۔

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کا کلام ہر قسم کی تمام لغزشوں اور لغو جیوں سے بالکل پاک ہے۔ آپ سچے عاشق رسول ہیں اور حکم مولا کے خلاف ہرگز نہ کوئی کام کرتے ہیں نہ بات کرتے ہیں۔ آپ کا کلام نعت صاحب لولاک کا اصول خزانہ ہے۔ قرآن و حدیث کی محبت بھری تفسیر ہے اور ہر صاحب ایمان مسلمان کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اپنے مضمون کو اعلیٰ حضرت کی ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ
اللہم صل وسلم وبارک علیہ

ضرورت مجدد

دنیا کی تمام قوموں میں مذہب ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے ہر قوم نے اپنے مذہب کی صداقت پر اس طرح یقین کیا ہے اور اس کے اصول کو اتنا عزیز رکھا ہے کہ اس کے خلاف آواز سن کر اور اس کے اصول میں دیکھ کر تڑپ گئی ہے خصوصاً مسلمانوں کو مذہب اور بھی ہر چیز سے محبوب و عزیز تر رہا ہے۔ اصولاً ہونا بھی چاہیے کہ کیونکہ مسلم قوم کی تیسرے نسل، خاندانی، ملکی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کی قومیت کا عنصر اور غیر صرف مذہب ہے قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں۔

اسی لئے جب کبھی کسی بد باطن کے ہاتھوں مذہبی اصول میں نظر آئے۔ سرفروشاں اسلام نے سرحد کی بازی لگا دی اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا کر قوانین اسلام کو مٹنے سے بچالیا۔

دشت کر بلا میں تڑپتے ہوئے لاشے پتے ہوئے خون میزوں پر بلند ہونے والے سزا اور ایک ذرہ گواہی دے گا کہ گھٹن اسلام کی سیرانی فرات کی تیز و تند موجوں سے نہیں۔ بلکہ نوہالان خاندان رسالت کے پاک لبو سے ہوئی ہے۔

یہ تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد کھیل کھیلایا۔ اس کے شرکی قوتیں اس طرح ابھر آئیں کہ قار بازی و شراب نوشی کی ترویج قوانین اسلام کی بے حسی حارم سے شادی بیاہ اس کی زندگی کا مشغلہ بن گیا۔ ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ شاہانہ شکوہ لے کر کوئی ایسا محافظ اسلام اور مجدد پیدا ہو جو باطل کی قہرمانی طاقت سے قطعاً خوف نہ کھائے اور تعلیمات اسلام کو غلط تراش خراش سے پاک کر کے صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کر

اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے وہ ہستی بڑی جو فقر کی جلو میں شاہانہ کرد فرکتی تھی قی جس کے گھر سے دنیا کو درس ہدایت ملا تھا وہ ہستی تھی حضرت امام حسین علی چہ اسلام کی کہ آپ سے زیادہ کون روح اسلام سے واقف ہو سکتا تھا۔ آپ نے آگے ہر یزید کے ہاتھوں قوانین اسلام کو پامال ہونے سے بچا لیا اور اپنے خون سے طاقت اسلام کا حق ادا کر دیا۔

شاہ ست حسین بادشاہ ست حسین دیں ست حسین دیں پناہ ست حسین سر داد نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بناء لا الہ ست حسین اس طرح مختلف دور میں اسلام کے چشمہ صافی میں آمیزشیں ہوتی رہیں۔ کبھی دینی منطق و فلسفہ کے اصول سے اسلام پر حملے ہوئے اور کوشش کی گئی کہ اصول اسلام کو ثابت کر دیا جائے۔ خود علماء اسلام اس قدر مرعوب تھے کہ چاہتے تھے منطقی اصول طریقات اسلام منطقی کر دیا جائے۔ ایسے وقت میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت سامنے آئی اور منطقی اصول سے منطقی مباحث کی بجائے اچھڑ کر رکھ دی اور امام کے عقائد و اساسیات کی ایسی تکبیر پیش کی کہ پھر وہی اسلام کا پاک اصول غلط پیش سے الگ ہو کر سامنے آ گیا۔ مگر آہ قوم کی غفلت شعاری سے فلسفہ رہ گیا تلقین زانی نہ رہی۔

ہندوستان میں اگرچہ پہلی صدی ہجری میں شارع اسلام پہنچ چکی تھی مگر ریگستان نوحہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ لیکن رفتہ رفتہ جاہلین اسلام کے ذریعہ پورے ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیلی گئی۔ اس ملک کی بد بختی کیسے کہ عرب فاتحین کے فیض سے تقریباً حرم رہا اور ان کے بدلے ترکوں مغلوں کی گویا غیر اسلامی حکومت سے سابقہ پڑا۔ وہ بھی ایسے وقت میں یعنی تیسری صدی ہجری کے بعد جب کہ خود مراکز اسلام میں انحطاط و آغا ز ہو چکا تھا۔ اور مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہو چکی تھی ایسی شکل میں حجاز کا گھبراہوا اسلام کہاں تک اس ملک کے حصہ میں آ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت جلد اسلامی

اساسیات میں ہندو اند رسوم و عقائد داخل ہونے لگے۔ سوئس صدی ہجری میں جب کا دور آتا ہے تو یہ چیز اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

خلافت و گمراہی کی حد ہو گئی۔ دین اسلام کے اصول میں ترمیم کی گئی بادشاہ کو کہا کیا جانے لگے۔ حدود و حلال و حرام رخصت ہو گئے۔ ہوائے نفس کے ہاتھوں قوانین اسلام کی بے حسنی کا بازار گرم ہو گیا یہی حالات تھے جن میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو شریعت محمدی کے حمایت کے لئے اٹھے اور اس مجدد وقت نے ان فتنوں کے خلاف علم اصلاح بلند کر کے آخر کار نام نہاد اسلامی حکومت کو بالکل کفر کی گود میں چلے جانے سے روکا اور اس فتنہ عظیم کے سیلاب کے منہ کو پھیر دیا نیز بیت اورشاد کے ذریعہ تعلیمات اسلام میں پھر کھار پیدا کر دیا۔

اس کے بعد پھر زمانے نے ایک پلانا کھایا اس مرتبہ وہابیت اپنے دارالسلطنت نجد سے ہندوستان میں جنم لے کر عقائد اسلام کی تضحیک کرنے کے روپے ہو گئی۔ اس عیاری سے روح اسلام سلب کرنے لگی کہ مسلمانوں کو احساس بھی نہ ہو اور اسلام کا ڈھانچہ بے دریا ہو کر رہ جائے۔

وہابیت کے مبلغ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ عقائد اسلام کی تنقید شروع کر دی۔ خالص اسلامی حکومت عقیدے میں کفر و شرک کا فتویٰ لگا کر اس میں ترمیم کرنے لگے اور اس کے بجائے دوسرا خود ساختہ عقیدہ اسلام کے اندر ٹھونسنے کی کوشش کی۔

مثلاً قرآن تعلیم دیتا ہے۔ اغنہم اللہ ورسولہ من فضلہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا ہے فضل سے قرآن کہتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تہمد کر دیا۔ مگر وہابیت اسے شرک بتا رہی تھی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ابوی الاکھمہ والاہوص واحبی الموئی باذن اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میں اچھا کرتا ہوں ماوراء انا سے اور سفید داغ والے کو اور مردوں کو چلا دیتا ہوں اللہ کے حکم سے قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تندرست کرنے کی نسبت کر رہا ہے۔ مگر وہابیت شرک بتا

نبی چنانچہ تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ پر ہے۔

روزی کی کشاکش اور جھگڑا کرنی اور تندرست اور بھرا کر دینا اقبال اداوار دینا حاجتیں فی بلائیں تانی۔ مشکل میں دھبیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء یا مہجوت پر ہی کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ شرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ناموں کی طاقت ان کو خود بخود بے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔

مثلاً متعدد حدیثوں میں ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مکہ کو حرم کیا اس کے بول کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اس کا شکار نہ کیا جائے احادیث میں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا احترام ہی کی بنا پر ہے۔ مگر وہابیت اسے شرک بتا کر توہین کی تعلیم دے رہی تھی تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ پر ہے۔ گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں کا شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے بنائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا مہجوت کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعلیم کے لائق ہے یا یوں کہ اس کی تعلیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ہے۔

مثلاً حدیث تو یہ بتاتی ہے۔ ان اللہ حرم علی الارض ان فاکل اجساد الانبیاء اللہ نے اپنے انبیاء کے اجسام زمین پر کھانا حرام کر دیا ہے۔ اللہ صبی بوزی مگر وہابیت کے نزدیک حضور مر کر مٹی میں مل گئے جیسا کہ تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ میں ہے۔

اسی طرح تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان جہت سے پاک ہے بجز ازل و اقصیٰ و درمیان و عالمگیری میں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو مکان ثابت کرے کافر ہے۔ مگر وہابیت کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنا خلافت و گمراہی ہے چنانچہ ابیضاح الحق ص ۳۶۵ میں ہے سریرہ الوضائی از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات ہر از قبل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس

عقائد دینیہ کی شارح۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عظیم و توقیر جو دین کی بنیاد ہے معظنی برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست و گر باندہ سیدی تمام یو بھی ست دلوں سے نکالنا دہایت کا اہم فریضہ تھا۔ ایسے وقت میں دین حنیف کی حفاظت کے لئے پھر ایک ایسے مجدد کی ضرورت تھی کہ حالات کا پورا نباض ہوتا کہ دہانیت کی دھنکی ہوئی رگ پکڑ کر دیا کے سامنے رکھ دے اور لوگ دیکھ لیں کہ کتنا نسا پیدا ہو چکا ہے۔

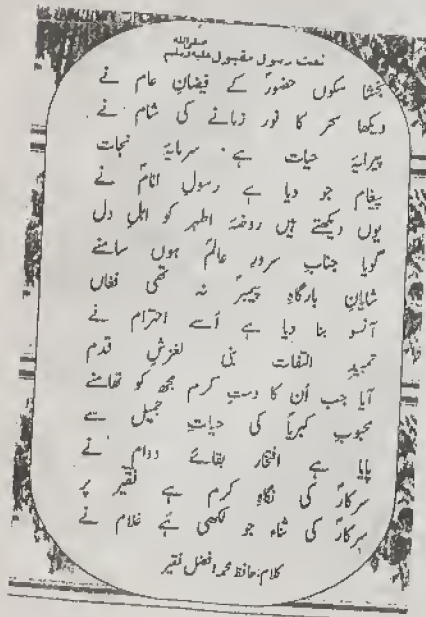
بالا خر علم و فضل کا آفتاب نصف النہار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا شاہ محمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ شہر بریلی شریف میں دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ بوقت ظہر جلوہ گر ہوا۔ حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔

تاریخی نام الخار ہے نیز اعلیٰ حضرت نے مکتوبات شریف اپنا سن ولادت اس آیت کریمہ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان الیدیہم ہر وح منہ سے استخراج فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان کا کشف کر کے یہ عارف باللہ خود اعلان کرتا ہے کہ اگر میرے قلب کے دنگلے کے گائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ اور اگر آیت کے دوسرے حصہ کی ناظرین تصدیق چاہتے ہوں تو آپ کی پوری زندگی کا جائزہ لیں کہ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تعنیفات کے ذریعہ جہاں تشنگان علم کو سیراب کیا دین الہی و ارشاد کے ذریعہ ہر بد مذہب خصوصاً دہانیت کی دھنکی کر رکھ دی اور پھر مائتہ علیہ واصحابی کا صراط مستقیم دہانیت کی آلودگیوں سے پاک و صاف کر کے قوم مسلم کے سامنے پیش کر دی۔

آپ کی زندگی کی تفصیل حالات و حمایت و حفاظت دین کے واقعات کے لئے ایک

دفتر کی ضرورت ہے لیکن آپ کی اس رہائی سے آپ کی زندگی کا اجمالی خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔

نہ مرا دوش زحمیں زمرا نیش وطن
نہ مرا گوش بدے نہ مرا دوش زے
منم دکنج خموی کہ نہ خمیدہ دروے
خبر من و چند کتاب و دوات قلمے



حالات حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

ولادت

مولانا عبدالمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوتے کی ولادت کی مسرت افزا خبر سن کر سجدہ شکر ادا فرمایا ہم غیب نے مبارکباد دی کہ ”ظہور محمدی“ ہوا یہی آپ کا تاریخی نام ہے اور سیرالاولیاء حضور اچھے میاں صاحب مارہروی نے اس موقع فضل و کمال کا نام ”فضل رسول“ رکھا اور معنوی طور سے اپنا فرزند قرار دیا۔ جس فوہمال پر حضور اچھے میاں صاحب جیسے قطب وقت کی نظر شفقت ہو اور حضرت مولانا شاہ عین الحق صاحب جیسے باپ کی محبت آمیز نگاہیں پڑتی ہوں اس کی آئندہ ترقی مدارج خود بخود آئینہ ہوتی جاتی ہے۔

ابتدائی تعلیم

بزرگی کے آثار بچپن ہی میں غاذر رخسار بنے تھے چار برس کی عمر ہوتے ہی مکتب کی رسم ادا ہوئی مقدس دارالعلم نے بسم اللہ کیا شروع کرائی کہ پوتے کی زبان کو خزائن علوم کی کلید بنا دیا تا جدار ماہرہ کی بالٹی قویہ اور بزرگ دادا کی ظاہری تربیت سوسے پر سہاگہ کام کر گئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت مولانا شاہ عبدالمید صاحب نے فرمائی۔

تحصیل علوم کا ذوق

کیا رہ برس تک مولانا کا آغوش محبت دامن گیر رہا۔ شفقت و بیار نے پیادہ پا قصد پر آمادہ کیا۔ اس پر طرہ یہ کہ محض توکل پر بے سروسامانی کے ساتھ گھر سے چل دیے گئے تھے براہ راست گنج شاہ جہاں پور ہو کر لوگ کھنٹو جایا کرتے تھے۔ آپ بھی اسی راستے پر ہو گئے۔ مصائب سفر کو جھیلنے ہوئے چوتھے دن حوالی کھنٹو میں پہنچے شب گزاری کے بعد مسجد کو سلطان العلماء حضرت مولانا نور الحق صاحب کی درسگاہ میں داخل ہوئے۔ یکسا کہ مولانا خود چشم براہ کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ جس وقت آپ پر نظر پڑی بکمال شفقت و رحمت بڑھ کر سینے سے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا۔ اکابر علمائے فرنگی محل نے یہ سن کر حضرت مولانا عین الحق عبدالمید صاحب بدایونی کے صاحبزادے بارہ برس کی عمر میں تحصیل علوم کے لئے تعریف لائے ہیں جوق جوق آنا شروع کیا اور ہر طرف سے شفقت و بیار کی نظر آپ پر پڑنے لگی۔ چنانچہ تین برس فرنگی محل میں رہ کر شفیق استاد کی مخصوص عنایات کے باعث جلد علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کیا۔ یہاں تک کہ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ کا مہینہ آیا۔ جس میں حضرت قطب الافاق خادم شاہ عبدالحق رودلووی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک رودلووی شریف میں ہوا ہے استاد و مطلق حضرت سلطان العلماء مولانا نور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیارے شاگرد کو حکم دیا کہ رودلووی شریف ہماری ہمرکابی میں چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ آستانہ پر حاضری کے بعد سلطان العلماء نے کھڑے ہو کر صاحب آستانہ سے استغاثت و استدعا فرمائی اور مولانا فضل رسول کو پیش نظر بلا کر کھڑا کیا۔ اس کے بعد مولانا عبدالواسع صاحب مولانا عبدالواحد صاحب خیر آبادی مولانا ظہور اللہ صاحب فرنگی محل و دیگر اکابر مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج یہ مجلس صرف اس لئے منعقد کی گئی ہے کہ آپ حضرات کے سامنے فضل رسول کا جلد علوم و فنون میں امتحان ہو جائے۔ چنانچہ سلطان العلماء کے اصرار پر بعض علماء نے بعض مسائل پر گفتگو کی۔ جواب ملتے پر ہر طرف سے صدائے تحسین و آفریں بلند ہوئی اس کے بعد سلطان العلماء نے رسم دستار بھری ادا فرمائی۔

عبدالواسع صاحب لکھنوی

اور اس کتاب بند کردی اور مطلب سے اٹھ گئے اسی وقت سے فن موسیقی کے کسی با
شخص کی جستجو کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ دھول پور سے گوالیار آ گئے۔ واپس
آئے تو دھول پور میں اس فن کا ایک ماہر تھا۔ اس سے فن موسیقی میں مہارت نامہ حاصل کی
اور بارہ گوالیار سے دھول پور واپس آئے اور دو سال کی محنت میں طیب حاذق بن
گئے۔ قدرت نے آپ کو وہ دماغ عطا فرمایا تھا کہ اگر ارطویمی ہوتا تو زانوئے ادب جہ
راہ بقراط وسقراط کے دماغ آپ کے ایک گوشے میں پڑے ہوئے نظر آتے۔

درس و تدریس

مولانا فضل رسول صاحب وطن آ کر اپنے آبائی قدیم مدرسہ کو جس وقت تک
حضرت بجر اعلوم مولانا محمد علی صاحب کے نام کی رعایت سے مدرسہ محمدیہ کہلاتا تھا۔ ترقی
حکیم خلعت جدید پہنایا مسند درس آراستہ کی اور سلسلہ درس و تدریس شروع فرمایا اور
مدرسہ محمدیہ کو مدرسہ قادریہ کے نام سے موسوم فرما کر علمی گھرانوں کو گراماں مایہ دولت سے
سرفراز فرمایا آج وہی درس گاہ مدرسہ عالیہ قادریہ کے نام سے حضرت مفتی اعظم بدایوں
مولانا عبدالقادر صاحب ادام اللہ ظہیم و فیوضہم کے زیر سرپرستی و زیر اہتمام حضرت علامہ
خوب نظام الدین صاحب بدایونی سرچشمہ علم ہو کر تینکان علوم کو سیراب کر رہا ہے۔ ابھی
آپ کا جلد درس ابتدائی حال میں تھا کہ آپ کی عالمگیر شہرت نے دنیائے علم میں دھوم
مچادی۔ طلباء کی کثرت سے شہر میں چہل پہل نظر آنے لگی مساجد طالب علموں سے معمور
ہو گئیں اور کچھ دنوں کے بعد حرمین شریفین اہدی تھنوں سے مالا مال ہونے کے لئے
مدینہ منورہ کے علمی تاجدار علمائے عالم کے سرتاج حضرت مولانا شیخ عابد مدنی انصاری اور
حکیم کرمہ کے روشن چراغ امام الائمہ حضرت مولانا شیخ عبداللہ سراج کی کی خدمت میں
حصول برکت کے لئے حاضر ہوئے اور جدید اسانیہ حاصل فرما کر دوبارہ مسند درس پر
مسند آراء ہوئے اب سے پہلے علوم ظاہری کا فیض جاری تھا اور اب باطنی کمالات کے
سرچشمے امتز پڑنے لگو یا آپ کی ذات مجمع البحرین بن کر ظاہر و باطن کی نعمتوں کی قاسم
بن گئی یہی علمائے اہل سنت میں جنہوں نے سرزمین ہند پر علوم و فنون کی ختم پاشی کی۔

آپ علوم عقلیہ کے جید فاضل اور اپنے زمانے کے نامور اساتذہ میں شمار
جاتے تھے۔ سیدن پور کے رہنے والے تھے مولانا بجر اعلوم سے استفادہ علوم کے
مشاہیر علماء کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ سلسلہ خاندان برکات میں حضرت سیدی
آل رسول صاحب قادری مارہروی نے بھی آپ سے استفادہ علیہ فرمایا۔ مولانا
عبدالواحد صاحب خیر آبادی آپ مولوی محمد اعظم صاحب فاروقی سندیلوی کے جو مام
اللہ سندیلوی کے ارشد علامہ میں ہیں۔ ہمشیر زادہ یعنی بھانجہ اور اساتذہ انام مولانا فضل
خیر آبادی کے استاد ہیں۔ یہ بھی اپنے زمانے میں فرد یکا تھے۔ مولوی امام العالم خیر
آبادی جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھی ہے آپ انہیں کی اولاد میں سے
تھے۔ مولانا ظہور صاحب لکھنؤی آپ مولوی محمد ولی اکبر مفتی غلام مصطفیٰ کے فرزند اور مولانا
محمد حسن لکھنؤی کے بھتیجے ہیں۔ ۱۱۷۲ھ میں پیدا ہوئے نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ
کے عہد میں عہدہ افتاء پر فائز ہوئے۔

مولانا فضل رسول حضرت سلطان العلماء کے ساتھ روڈولی سے لکھنؤ واپس آئے
اور اساتذہ کی قدم پوی کے بعد بدایوں روانہ ہو گئے اور شادان و فرحان بدایوں شریف
تشریف لائے۔ جد امجد کی قدم پوی حاصل کی تین سال کی محنت کا نتیجہ یعنی سند تحصیل
پیش کی مریدانہ شفقت کے ساتھ کمال مسرت کا اظہار فرمایا۔

حصول فن طب

لیکن جوش محبت کے ساتھ فن طب کی تحصیل کا بھی سوال ہوا۔ جس نے نورانی
خزمین دل پر برق شرار کا کام کیا اور بدایوں شریف میں چند روز قیام فرما کر ریاست
دھولپور روانہ ہو گئے۔ دھول پور پہنچ کر حکیم سید محمد علی خاں موہانی جو اس زمانے کے شہر
آفاق طیب تھے ان کے یہاں حاضر ہو کر کتب طب کا آغاز فرمایا۔ ایک دن چھینٹیں فیض
کی بحث آ گئی۔ بہت دیر تک حکیم صاحب سمجھاتے رہے مگر مولانا کی تسکین خاطر نہ
ہوئی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ تبض کی تحقیق کے لئے ضرورت ہے کہ طیب کی انگلیاں
کم از کم ستار کے پردوں کی شناخت رکھتی ہوں۔ حکیم صاحب کی زبان سے یہ فقرہ سننے

ہدایوں بریلی فرنگی محلہ مارہرہ کچھ شریف ہندوستان کے یہی وہ مقدس مقامات ہیں جہاں کی بزرگ و شخصیتوں نے علوم و فنون سے لوگوں کو آتشا کیا اگرچہ آج بھی علم کے بہت سے نام نہاد اڑے بن گئے ہیں لیکن وہ اپنے محسنوں کی تعلیم کو بھول کر ایسی گٹھڑی پر چل پڑے جس کی نظیر اسلاماف میں نہیں ملتی۔ کہیں میلاد و نیاز مباحثہ ہے اور کہیں مسئلہ علم غیب اور ختم نبوت پر جھیت و کٹھنار عجیب حیرت ہے۔ قندسہار پٹوڑی چہار دیواری سے اٹھایا جائے اور تاجدار اہل سنت مجدد دین ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلی رحمتہ اللہ علیہ کو مطعون و متهم کیا جائے اور پیاپی دوریدہ وئی سے یہ کہا جائے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے سرزمین ہند پر ایک آگ لگا دی۔ حالانکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رد وہابیہ کا سلسلہ تاجدار اہل سنت سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا فضل رسول ہدایوںی اور آپ کے ہم عصر دوسرے اکابر علماء نے وہابیت کی شیعہ کئی اور نہ صرف زبانی بلکہ رد وہابیہ کے لئے قلم بھی اٹھایا جو بصورت کتاب اب تک موجود ہیں یہ اور بات ہے اس وقت قندسہار وہابیت کی ابتداء تھی اور اعلیٰ حضرت کے عہد زریں میں قندسہار وہابیت اپنے شباب پر تھا۔ اس لئے اس کی مداخلت بھی اسی انداز سے کی گئی اور اعلیٰ حضرت کی شان تجدید کا ایک نمایاں حصہ ہے۔ جو ان کے مجدد مآہ حاضر ہونے پر روشن دلیل ہے۔ بات پر بات پیدا ہوئی مناسب ہے کہ ہند کے آخری تاجدار محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی ابو ظفر سراج الدین کے دربار شاہی کا وہ استفتاء یہاں پر پیش کر دیا جائے جو مختلف فیز سائل پر مولانا فضل رسول صاحب ہدایوںی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت گرامی میں بھیجا گیا تھا۔ چونکہ اصل استفتاء زبان فارسی میں بہت طویل ہے اس لئے اردو میں اختصار اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل مولود شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام و شیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب دستور قدیم شتم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سینہ ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا کھڑوہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے تعزیہ کا بالقد یا بالاقصد دیکھنا کفر ہے اور ہونی کا دیکھنا اور دوسرے میں سیر کرنا اگرچہ جائز ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کتبہ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے۔ اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا۔ اور مکہ معظمہ میں عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدار اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے و نیز ان کے متعلقین پر کیا حکم ہے؟ فقط

نقل مہر حضرت عل سبانی خلیفۃ الرحمنی بادشاہ دین پناہ و فقہ اللہ لما تحبہ ویرضاه۔

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

ابو ظفر سراج الدین

الجواب

تاج الخول حضرت مولانا فضل رسول علیہ الرحمہ نے تقریباً پندرہ صفحات میں جواب تحریر فرمایا ہے۔ اتنی گنجائش نہیں کہ اصل جواب نقل کیا جائے خلاصہ جواب یہ ہے کہ ان مسائل میں جو مسلک تاجدار اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ہے بعینہ وہی مسلک تاج الخول مولانا فضل رسول دہلوی کا ہے۔ جواز میلاد و جواز قیام و جواز استعانت جواز اولیاء اللہ و نیاز و قاضی شیرینی و معجزہ قدم رسالت کے حق ہونے پر متعدد دلائل پیش فرمائے ہیں۔ تفصیل کے لئے اکمل التاریخ جلد دوم صفحہ ۱۵۳ تا صفحہ ۱۶۹ ملاحظہ فرمائیے۔

مجھے اس موقع پر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر یہ محض بہتان و افتراء ہے کہ رد وہابیہ اعلیٰ حضرت نے شروع فرمایا۔ اعلیٰ حضرت سے بہت دنوں پہلے یہ آگ ہندوستان میں لگ چکی تھی۔ یہ تو رب کریم کا ہزار ہزار رحم و کرم ہے کہ ”ہر فرعونے را موی“ کے مطابق اس طاغوتی طاقت کو خائب و خاسر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت جیسی برگزیدہ شخصیت کو ہند کا تاجدار بنایا۔ اس موقع پر مناسب ہو گا کہ ان علاقے اہل سنت کے نام نہائی بھی تحریر کر دیئے جائیں جنہوں نے تاج الخول مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر تصدیق و تحفظ ثبت فرمائے تھے۔

مولانا مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور دہلی، مولانا سید محمد صاحب مدرس مدرسہ عربیہ دہلی، مولانا شاہ احمد سعید صاحب دہلوی، مولانا محمد مظہر صاحب۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد کریم اللہ صاحب، مولانا فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد، مولانا حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب، مولانا حکیم محمد امام الدین خان صاحب، مولانا قاضی احمد الدین صاحب، قاضی محمد علی صاحب، مولانا محمد عزیز الدین صاحب، مولانا فضل حسین خاں صاحب، مولانا سید بشیر علی صاحب امروہوی، مولانا حیدر علی صاحب مصنف مفتی الکلام، مولانا داؤد بخش صاحب، مولانا حسن الزماں صاحب، مفتی محبت اللہ صاحب۔

آپ ان دستخطوں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آج سے ایک صدی چوتھریں جمہور علماء

جواز میلاد و قیام نذر نیاز استمداد و وسیلہ کے قائل تھے چتر ہی ایسے بد باطن تھے جو ہم رسول کے منکر اور ان کے عدم جواز کے قائل تھے۔

کرہ اساتذہ

سلطان العلماء حضرت مولانا نور الحق علیہ الرحمہ فرنگی محل کے حرم خانہ علم کے سرانج ہیں آپ کا نورانی شجرہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ ملک العلماء مولانا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور مولانا سعید قدس سرہ کے پر پوتے ہیں۔ ۲۳ ربیع الاول شریف شب یکشنبہ ۸۳ ۱۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بہت شاعر نے تاریخ وصال اس طرح موزوں کی ہے

بچے تاریخ رحلتش چوں بہت
در معنی بہ کلک فکری سفت
سروش غیب ناگہ یا دلی زار
ہوئے حق برفتہ نور حق گفت

۱۲۸۳ھ

تذکرہ علمائے فرنگی محل

ملک العلماء مولانا قطب الدین شہید سہاوی

آپ علمائے فرنگی محل کے مورث اعلیٰ ہیں یہ عطاءے الہی آپ کے خاندان کے ساتھ مخصوص ہے کہ آپ کی اولاد میں اس وقت تک نسلًا بعد نسلًا علم و فضل چلا آتا ہے اکثر علمائے ہند کا سلسلہ تلمذ آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں شیخ علاء الدین انصاری ہرات سے نواح دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی میں آکر اقامت کی آپ نے ملا دانیال شاگرد مولانا عبدالسلام ساکن دیوا اور شیخ گھاسی شاگرد شیخ محبت اللہ آبادی سے اقتساب علم فرمایا۔ (حضرت شاہ گھاسی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک شہر الہ آباد محلہ انالہ میں ہے اور حضرت شیخ محبت اللہ آلہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک آلہ آباد محلہ کیٹ گنج میں ہے اور شیخ جی کے آستانے میں ہندوستان کے مشہور شاعر امیر غفر گویا دی بندون ہیں)

آپ نے چار فرزند ملا اسعد، ملا محمد سعید، ملا محمد رضا، ملا محمد نظام الدین صاحب فضل و کمال کو اپنی یادگار چھوڑی جن کی اولاد اب تک وراثت علم و دانش موجود ہیں۔ آپ کی شہادت ۱۹ رجب بروز دوشنبہ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی سید غلام علی آزاد بکگرا نے تاریخ وصال یہ فرمائی۔

قطب عالم شاہ شہید اکبر

ملا محمد سعید لکھنوی

آپ نے اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک محضر تیار کیا اور دکن پہنچ کر حضرت جی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ کے جنور بطور استغاثہ پیش کیا دربار

سلطانی سے فرمان معافی فرنگی محل عطا ہوا۔ بعد واپسی فرنگی محل پر ذیل ہو کر سب کو دہیں بلا کر رکھا۔ ملا شاہ احمد انوار الحق بن ملا احمد عبدالحق لکھنوی نے مولوی احمد حسین اور ملا احمد حسن سے پڑھ کر اور مولانا بحر العلوم سے تکمیل کرنے کے بعد مقنولات سے بالکل احتراز کر لیا تھا۔ ۶ شعبان ۱۲۳۶ھ روزہ شنبہ آپ کا وصال ہوا، مصرعہ تاریخ یہ ہے۔

رحمت حق بروح انور بعد

ملا احمد عبدالحق لکھنوی

آپ نے تکمیل علوم اپنے عم کرم ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہاوی سے کی آپ کی تصانیف سے شرح مسلم و حاشی زادہ یادگار ہے۔ بحر علوم حضرت مولانا عبدالحق لکھنوی آپ ملا نظام الدین کی آخری عمر کی یادگار ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں والد ماجد سے جملہ علوم کی تکمیل فرمائی چند وجوہ لکھنو سے جدا ہو کر حافظ الملک نواب رمت خاں کی کمال قدر دانی کے باعث شاہ جہانپور میں مدرسہ رہے۔ اس کے بعد فیض اللہ خاں والی رامپور آپ کو رامپور لے آئے یہاں سے قلت معاش کے باعث بہادر شاہی صدر الدین کے یہاں سلسلہ درس جاری فرمایا یہاں جب کچھ ان بن ہو گئی تو نواب علی محمد خاں والی کرناٹک نے آپ کو نہایت عزت و تکریم سے مدراس بلا لیا اور بحر العلوم کا خطاب دیا تمام عمر مولانا نے یہیں بسر فرمائی تمام ہند میں کوئی اہل علم ایسا نہیں جو آپ کے فضائل علیہ کا قائل نہ ہو۔

۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کی مشہور تصانیف کثیرہ آپ کی یادگار ہیں۔

حلقہ درس

مولانا فضل رسول صاحب کے تلامذہ کا ذکر ایک مشکل اور دشوار کام ہے جس ذات گرامی نے سلسلہ درس کو سفر و حضر ہر حال میں جاری رکھا ہوا ہے اس کے تلامذہ کا شمار احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ بعض مشاہیر علماء کا ذکر کیا جاتا ہے قاضی القضاات جناب

مولانا مفتی اسد اللہ خاں صاحب اللہ آبادی مفتی جناب علایت رسول صاحب چنایا کوٹی مولانا محمد فاروق مرحوم جو آپ کے برادر خود اور ارشد تلامذہ سے تھے جن کے شاگرد مولوی شبلی نعمانی اعلیٰ تھے جن کے انتقال کی خبر ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء اخبار ”زمیندار“ میں شائع ہوئی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء بروز چہار شنبہ بوقت صبح فوت ہو گئے مولوی شبلی نعمانی یہ اگرچہ مولانا فضل رسول بدایونی کے تلامذہ میں سے تھے مگر ایک آزاد خیال جدید روش پر صاحب تصانیف کثیرہ گزرے ہیں۔ مولوی خرم علی حضرت سے تحصیل علوم کے بعد وہی پینچے وہاں مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی اسحاق دہلوی سے متاثر ہو کر توبہ کا رنگ قبول کر لیا مولوی سخاوت علی جو تھوری اور بھی بہت سے نامور علماء ہند کو آپ کا شرف تلمذ حاصل رہا جن کی ایک طویل فہرست ہے۔

مشاغل طبیبہ

جس طرح تاج اللؤلؤ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو درس نفلای کی کتب ہند اولہ پر عبور تھا اور اس فن میں شہرہ آفاق رہے اسی طرح طب میں بھی آپ نے انبار یکارڈ قائم کر دیا تھا۔ چنانچہ معالجات ہی کے سلسلے میں آپ کو بنارس کا سفر اختیار کرنا پڑا اور راجہ بنارس کی وہ مریدیہ لڑکی جس کے علاج سے عام اطباء و ڈاکٹر عاجز تھے اس کو حضرت ہی کے ہاتھ سے شفا حاصل ہوئی آپ کے دست شفا عجیب و غریب واقعات آج بھی اہل بدایوں کی زبان پر ہیں۔

سفر بنجار

۱۲۵۵ھ میں سالہا سال کی ریاضت کے بعد عالم جذبہ بے خودی میں حج کا احترام باندھ کر تہیہ سفر کر لیا دہلی سے روانہ ہو کر دارالحج یعنی امیر میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی حضور سے مشرف ہو کر احمد آباد سبکداتا ہوتے ہوئے سورت میں جلوہ افروز ہوئے۔ پادجو یکہ راہ میں آستانوں پر قیام اولیاء کرام کی زیارت کا اہتمام ملحوظ نظر تھا۔ پھر بھی چھ مہینے کا سفر صرف سترہ دن میں طے فرمایا۔ سورت سے بذریعہ بحری جہاز

سے سفر فرمایا اور جدہ سے مکہ مکرمہ تک پیادہ پاسفر فرمایا۔ ۱۲۷۸ھ میں سفر عراق کا قصد فرمایا اور جوش عقیدت کے ساتھ بغداد شریف میں حاضری دی یہ سفر بھی اگرچہ پہلا سفر تھا لیکن دربار غوثیت سے جو عزت افزائی سرفرازی فرمائی گئی۔ یہ انہیں کا حصہ تھا۔ حضرت نے بغداد شریف میں عرصہ تک قیام فرمایا۔ حضرت نعیم صاحب نے بکمال کرم حضور عیدان بیت کے پاشی اشارہ سے مثال خلافت خانمانی عطا فرمائی اور اپنے فرزند اکبر سیدی سلیمان صاحب کو حکم دیا کہ آپ سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائیں اس زمانے میں حضرت مفتی اعظم بدایوں حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی اسی خاندان کے روشن چراغ ہیں۔ جو ہر سال شہنشاہ بغداد کے آستانہ یوسی کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ خداوند کریم موصوف کے ظل حافظ کو دراز فرمائے۔ حضرت سیدی شاہ عین الحق رحمۃ اللہ علیہ نقاہت اور کبیر سنی کے چار پائی پر استراحت ترک فرمادی تھی۔ کفش برداروں نے عرض کیا کہ حضور ہم لوگوں سے دیکھا نہیں جاتا۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھ کو شرم معلوم ہوتی ہے۔ برخوردار مولوی فضل رسول تو پیادہ پا ہزاروں معاصب جمیل کرج میں سفر کریں اور میں چارپائی پر آرام کروں۔

تذکرہ وصال

حضرت کی عمر شریف کے چھتر سال ختم ہونے کے بعد شتر کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف ۱۲۸۹ھ میں دونوں شانوں کے درمیان پشت مبارک پر رخم مودار ہوا۔ ایک دن قاضی مفس الاسلام صاحب عباسی جو آپ کے والد اللہ کے مریدیوں میں تھے عیادت کے لئے حاضر تھے حضرت نے ارشاد فرمایا قاضی صاحب بمقتضائے (۱) باصحت ربک فخذ (۲) آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لئے سمور کیا گیا۔ محمد لہ کہ فرقہ باطل اسمعیلیہ و احتاجیہ کا رد پوری طور پر ہو چکا دربار نبوت میں میری یہ سی قول ہو چکی میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی۔ میں اس دارقانی سے جانے والا ہوں دوسری تاریخ ماہ مبارک جمادی الثانی پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادے شیخ الاسلام تاج اللؤلؤ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محبت رسول کو

حالاتِ اشرفی

یہی نقش ہے یہی رنگ ہے یہی ساماں ہے یہی
یہ جو صورت ہے تیری صورت جاناں ہے یہی

افتخارِ خاندانی

اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ کا نام نامی اسم گرامی حاجی الحرمین سید علی حسینؒ کینیت ابو محمد لقب خاندانی شاہ چیر اور اعلیٰ حضرت خطاب سجادہ نشین سرکار کااں اور مخلص اشرفی تھا۔
حضرت موصوف کا خاندان بھی اشرفی کہلاتا ہے چونکہ آپ سیدنا عبدالرزاق نور العین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں اور حضرت نور العین قدس سرہ حضرت قطب عالم شہنشاہ بغداد محبوب سبحانی سید غوث الاعظم ابو محمد علی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولادِ امجاد سے ہیں اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سستانی قدس سرہ کے بشیر زادے ہیں اسی لئے یہ خاندان والا شان حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سستانی قدس سرہ کی طرف منسوب ہو کر اشرفی کہلاتا ہے۔

ولادت سراپا سعادت

اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ کی ولادت سراپا سعادت ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ کو بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق ہوئی جب سن شریف چار برس چار مہینے اور چار دن کا ہوا تو حسب معمول خاندانی۔

سلسلہ تعلیم

مولانا گل محمد صاحب غلیل آبادی نے جو اہل دل و عارف کامل تھے آپ کی ہم

طلب فرما کر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی اور عمر کے آخری وقت میں بلند آواز سے دو بار اللہ اللہ ارشاد فرمایا ادھر اسم ذات زبان سے برآمد ہوا ادھر روح مبارک خاندان سے برآمد ہو کر تشریف فرمائے خلد بریں ہوئی۔ ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہو گیا۔ سارے شہر میں تاریکی چھا گئی آفتاب فن و کمال غروب ہوا بھیجا یک اور بدرتقی تمام گل کو چوں میں عیاں ہوئے گی۔

(انا لله وانا اليه راجعون)

نعت رسول مقبولؐ

نہ کلیم " کا تصور نہ خیال طور سینا
میری ، آرزو محمد ﷺ میری جستجو مدینہ
میں گدائے مصطفیٰ ہوں میری عظمتیں نہ پا چھو
مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آگیا پسینہ
مجھے دشمنو! نہ پھیرو میرا ہے جہاں میں کوئی
میں ابھی پکار لوں گا نہیں دُور ہے مدینہ
میں مریض مصطفیٰ ہوں مجھے پھیرو نہ طیبو!
میری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ
مرے ذہن میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا "الہد محمد ﷺ" تو ابھر گیا سفینہ
ہوا اس کے میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے
مجھے موت بھی جو آئے تو ہو سانسے مدینہ
کبھی اسے کلکے دل سے نہ مٹے خیال احمدؐ
اسی آرزو میں مرنا اسی آرزو میں جینا
کلام کلیدِ ہدایتی

اللہ کرائی اس کے بعد مولوی امانت علی صاحب کچھوچھو نے فارسی کی درسی کتاب پڑھائیں۔ پھر سلامت علی صاحب گورکھپوری اور مولوی قادر بخش صاحب کچھوچھو نے تعلیم پائی۔

منصب خلافت

جب اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ منصب خلافت و سجادہ نشین سے سرفراز ہوئے تو آپ کے استاد مولوی قلندر بخش صاحب نے آپ سے بیعت کی اور فرمایا کہ مجھ کو مدت سے اس دن کا انتظار تھا خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے آج میری مراد پوری کی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ نے ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر گاہا حاجی الحرمین سید شاہ ابو محمد اشرف حسین رحمت اللہ علیہ سے بیعت کر کے خلافت و اجازت خاندانی حاصل فرمائی تھی۔ ۱۲۸۵ھ میں حضرت سید شاہ حمایت اشرف ابن سید شامی الدین اشرف ہمسکاردی کی دستر نیک اختر سے اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ کی شادی ہوئی۔

۱۲۹۰ھ میں حسب ارشاد و رواج بزرگان ایک سال کامل آستانہ اشرفیہ پر حسب قاعدہ مشائخ چلے گئی فرمائی۔ اس مدت میں بہ برکت روحانی حضرت محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمسانی قدس سرہ و جوہر حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تمام منازل ایمان و عرفان کو اس طرح طے فرمایا کہ آپ کی ذات پادکات سے جہانگیری آثار و انوار ظاہر ہونے لگے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بہت مدت کے بعد اس خاندان میں ایسا شخص صاحب رشد و ہدایت تقدس ہمارا ظاہر ہوا ہے۔

فضائل و کرامات

آپ کے خوارق عادات جو اخلاقی صفات میں مشتمل ہیں کرامتوں کی طرح مشہور ہیں بلکہ جاتا ہے کہ آپ کے انسانی کمالات نے آپ کو بیکر تغیر بنادیا تھا اگرچہ آپ کے صفات و برکات غیر محدود و نامعدود ہیں لیکن امور کا یہیں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ہندوستان کی مابین ناز درگاہ دارالعلوم مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور آپ کی زندہ یادگار ہے جہاں سے ہزاروں علماء فضلا فارغ التحصیل ہو کر ہندوستان ہند مستند تدریس و تفتیش پر فائز ہو کر دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(۲) آپ سے کبھی کوئی لغزش شرعی نہیں ہوئی۔

(۳) آپ نے کبھی کسی کے دل کو آزار نہیں پہنچایا۔

(۴) آپ نے کبھی کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو کانوں کو مکروہ معلوم ہو۔

(۵) آپ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرمایا۔

(۶) آپ نے اپنے دسترخوان کو ہمیشہ وسیع رکھا۔

(۷) اپنے مذہب و شرب میں مشائخ کی تقلید کی حیثیت کو محبوب رکھا۔

(۸) ارباب حاجت کی حاجت کو رفع کرنا آپ کا حقیقی شعار تھا۔

(۹) امر اس مشائخ چشتیہ کی شرکت کو ہمیشہ مشاغل خاندان کی طرح عزیز و محبوب رکھا۔

(۱۰) آپ نے راہ سلوک و تقلید مشائخ میں تشبیح خلائق کی کبھی پرواہ نہیں کی۔

(۱۱) بھائی بندوں کی محبت مہمانوں کی عزت آپ کے خصائص تھے۔

بھائی و حامد و محاسن ہیں جن سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی آپ کی تعریف و توصیف میں اک زمانہ رطب الزمان نظر آتا ہے چنانچہ ہم چند مقامات و ممالک کو تحریر کرتے ہیں۔

ہندوستان میں بنگال مدراس بمبئی کاشیا دارنارائوکن اودھ غنایا سندھ بیرون ہندوستان جدہ مکہ مظفر مدینہ منورہ شام حلب مصر عراق۔

سجادہ نشین

اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ ۱۲۹۷ھ میں مسند سجادہ پر متمکن ہوئے اور ۱۸ محرم الحرام کو خرقہ خاندانی جو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمسانی قدس سرہ کا علیہ ہے زیب تن فرمایا۔ چنانچہ ہر سال اسی تاریخ کو خرقہ موصوفہ پہننے کی رسم سید علی آ رہی ہے۔

علوم باطنی کی تحصیل

اعلیٰ حضرت قبلہ و لعبہ نے باطنی علوم کی تعلیم اپنے برادر بزرگ حاج الحرمین سید شاہ ابو محمد اشرف حسین علیہ الرحمہ سے (جن کو علاوہ خاندان اشرفیہ کے تمام مشائخ، جمعہ مصر سے فیض صوری و معنوی حاصل تھا) پائی تھی۔ یہ مشغل وجودیہ اور بعض اذکار مخصوصہ کی تعلیم حضرت سید شاہ عطاء الدین اشرف اشرفی عرف نکر شاہ کچھوچھو قدس سرہ سے پائی حضرت نکر شاہ صاحب خاندان اشرفیہ میں مشاہیر مشائخ سے گزرے ہیں۔

اسی طرح دیگر اوراد و وظائف کی اجازت اکثر علماء مشائخ ہند سے حاصل فرمائی۔ چنانچہ جناب حضرت راج شاہ صاحب سوندھوی (شیخ گورکانوں) سے اجازت و خلافت خاندان قادریہ و خاندان زاہد یہ حاصل فرمائی اور تعلیم سلطان الاء کار و شغل محمود اور دیگر اشغال مخصوصہ سے شرف ہوئے۔ جناب حضرت مولانا شاہ محمد امیر کابلی قدس سرہ سے مقابلہ بلیا میں سلسلہ قادریہ منوریہ میں مجاز اور بازوں ہوئے اور تعلیم طریقہ خاص ذکر خفی قلبی جو قلب مدور سے متعلق ہے حاصل فرمائی۔

اس سلسلہ کو سلسلہ الذہب کہنا چاہیے جو عرفی طور سے چار واسطوں سے شہنشاہ بغداد و محبوب سبحانی سید غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے یعنی حضرت سید شاہ ابو احمد علی حسین اشرفی قدس سرہ کو حضرت شاہ محمد امیر کابلی قدس سرہ سے حاصل ہوا اور ان کو حضرت ملا اخون فقیر راپوری قدس سرہ سے اور ان کو سلطان المشائخ حضرت مولانا سید شاہ منور الہ آبادی قدس سرہ سے جن کی عمر ساڑھے پانچ سو برس کی ہوئی اور آج بھی حضرت موصوف کا حرار پر انوار الہ آباد میں مرجع خلافت ہے جس دربار سے ہزاروں نقشہ کام با مراد و فائز المرام ہو کر واپس ہوتے ہیں۔ ہم کسی آئندہ شمارہ میں حضرت موصوف کی سوانح حیات و فضائل و کرامات کو ہدیہ ناظرین کریں گے۔

اور حضرت موصوف کو شاہ دولا قدس سرہ اور ان کو محبوب سبحانی حضرت غوث الثقلین سید ابو محمد علی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح سلسلہ اویسیہ اشرفیہ کی تعلیم حضرت سید محمد حسین غازی پوری علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی اور سید محمد حسن علیہ

الرحمۃ و حضرت شاہ باسط علی قدس سرہ سے اور ان کو شاہ عبدالعلیم قدس سرہ سے اور ان کو شاہ ابو الغوث گرم دیوان قدس سرہ سے اور ان کو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سہمانی قدس سرہ سے اور ان کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

کلام اشرفی

(شیخ المشائخ حضرت سید شاہ اشرفی میاں رضی اللہ عنہ)

چشم جانوں ہے شبیبہ چشم آہو ہو بہو
عبریں ہیں کاکلیں سبز رنگ کے سو مو بہو

مست ہو گا ایک عالم مثل آہوئے حقن
اے صبا مت کر پریشاں بوئے گیسو سو بہو

عشق سروتد جانوں میں ہے یہ عاشق کا حال
کر رہا ہے فاقہ کے مثل کو کو کو کو

قلل کار ہے ارادہ دہریوں کرتے ہیں آپ
دیکھئے موجود ہے یہ تیغ اہو رو بہو

اشرفی ' اللہ سمجھے ان بتوں کے ظلم سے
آنکھ دکھلاتے ہی نہیں کرتے ہیں جادو دہود

اے عارض تو شرح طوبی لمن درانی
روئے تو ترجمان انوار لا مکانی
اے نور چشم حیدر آرام جان قادر
اے شیخ بزم اشرف شاہنشہ زمانی

اے مصنف جمالت ایمان اہل بینش
دے آیت تقایت تفسر من رانی
حسن ازل زودیت ہر لحظہ جلوہ آگن
آن معنی نہاں را تو صورت عیانی
اے من ثار رویت اے من غبار کویت
تو جان یک جہانی تو یک جہان جانی
نیرنگ در مولایت مد جاں کند فدایت
او کترین گدایت تو خسرو جہانی

منقبت اشرفی میاں

کیا میاں ہو مجھ سے عالم عروشان اشرفی
ذہانتا ہے چاند تارے خاکدان اشرفی

حامیان بندگی ہیں حامیان اشرفی
کیوں نہ ہم ظرف حرم ہو آستان اشرفی
ہے حزم لا الہ سے گلستان اشرفی
پھول کی ہر پگھڑی ہے ترباتی اشرفی

آکھ کیا ذرے پہ اُٹھی بن گیا مہر جیل
جلوہ گریوں بھی ہوئے طلعت فشان اشرفی

جنش انفس میں ہمدوں کی اک ترتیب ہے
دل کی دھڑکن میں بھی پاتا ہوں اذان اشرفی

ڈک نہیں سکتا کبھی وحدانیت کی راہ میں
پا ہی لے گا اپنی منزل کاروان اشرفی

محرفت کی اک جلی ہے بہ امعان نظر
کوئی پردہ ہی نہیں ہے درمیان اشرفی

سامعہ پر بن چکی ہے ایک تفسیر رموز
ہے حدیث سخن و اقرب داستان اشرفی

مہر ہیں عیار تو مہتاب ہیں عبد الفقور
جھکاتا ہی رہے گا آستان اشرفی

بے خودی سے ہوش میں نہ عامم عمر مہر
ایک ایسا جام دے میر معان اشرفی
او: عامم اشرفی صدر بزم اردو مہر

حضرت حجتہ الاسلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ کی اہم خصوصیت آپ کا حسن و جمال ظاہری تھا۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہزاروں میں ایک ہوتے۔ ساتھ ہی آپ کا علمی تبحر اس درجہ کا تھا کہ ایک بار اجیر شریف گئے۔ ثار احمد صاحب متولی تھے۔ مدرسہ معینہ اجیر کا معائنہ کرایا اور رجسٹر معائنہ پیش کیا گیا۔ قلم برداشتہ سلیس عربی میں معائنہ تحریر فرمایا جس کو ترجمہ کے لئے اس وقت صدر مدرس (جو ایک دیوبندی تھے) کو دیا گیا۔ انہوں نے ترجمہ کے لئے وقت مانگا اور کہا اس میں ادق عربی لغات ہیں جن کے لئے نعت کی کتابیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت متولی صاحب نے کہا کہ میرے سامنے مولانا نے مختصر وقت میں قلم برداشتہ اسے تحریر فرمایا ہے۔ جس کے ترجمہ کے لئے آپ کا کافی وقت اور مطالعہ کرنے کی ضرورت کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت حجتہ الاسلام بہت بڑے ادیب تھے۔ فی النہایہ عربی میں تصائد کہا کرتے۔ آپ کا لغتیں کلام متفرق ہے۔ یہ نعت کے سہ پارہ جن کے پاس ہوں وہ پاسان میں شائع کرا دیں۔ آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلیم حاصل فرمائی اور اعلیٰ حضرت کے فرمان حامد مثنیٰ اور انا من حامد کے اعزاز سے نوازے گئے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے آپ ہائی ہیں اور یہاں عرصہ تک درس حدیث بھی دیتے رہے۔ شرح عقائد نفی کو بڑے شوق سے اور خصوصی طور پر پڑھایا کرتے۔ فقیر نے بھی شرح عقائد کے کچھ اوراق حضرت حجتہ الاسلام سے پڑھے۔ دارالعلوم کے افتتاح کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ عرصہ سے حضرت حجتہ الاسلام اور چند بھئی

خوابان سنت اس دارالعلوم کے افتتاح کے لئے کوشاں تھے مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ منظور نہیں کر رہے تھے اور وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت فرماتے کہ ایسا زبردست ادارہ بغیر چندہ کے نہ چل سکے گا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ چندہ کے نام سے بیزار تھے اگر کوئی نذر بھی کرتا تو اعلیٰ حضرت کو قبول فرماتے میں بہت تردد ہوتا۔ چہ جائیکہ طلب کرنا اس وقت ایک سید صاحب کے سپرد یہ کار عظیم ہوا کہ اعلیٰ حضرت سے منظوری حاصل کریں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سادات کا بہت ادب فرماتے اس لئے سید صاحب کو اعلیٰ حضرت سے کام فرمانے میں کچھ الجھ نہ تھی۔ بعد عرصہ یہ ذکر تھا کہ وہابیت و دیوبندیت بھجاتی جا رہی ہے۔ سید صاحب نے فرمایا اگر روز قیامت خداوند تعالیٰ سوال فرمائے وہابیت کیوں پھیل گئی تو میں یہ عرض کروں گا کہ مولانا احمد رضا خان نے پھیلانے میں کہا ہے کیسے اعلیٰ حضرت نے تو ایسا رد فرمایا اور اپنا قیمتی وقت دن رات اسی میں خرچ فرمایا ہے نہ اپنے راحت و آرام کا کچھ خیال فرمایا۔ نہ طلب دنیا کے لئے شخص اللہ و رسول کے لئے نہایت محنت و جانفشانی سے تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

سید صاحب نے فرمایا یہ ایسے کہ دیوبندیوں وہابیوں کا مدرسہ قائم ہوا۔ جسے حدیث و قرآن و تفسیر پڑھنا وہاں گیا اور وہابی ہو گیا۔ اگر سینوں کا بھی کوئی مدرسہ ہوتا تو وہابیت کو ہرگز یہ ترقی نہ ہوتی۔ بس اسی وقت اعلیٰ حضرت نے مدرسہ کے قیام کی منظوری عنایت فرمائی۔ حضرت حجتہ الاسلام کا عمل حدیث شریف نبسک فی وجہ اشبیک صدقہ پر تھا جس سے ملت نہایت خندہ پیشانی سے ملے۔ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ زیادہ محبت فرماتے ہیں درود شریف کثرت پڑھتے یہاں تک کہ ایک ان کے خاندانی مخالف بیان کرتے تھے کہ چند رات ان کے یہاں عیم رہے شب کو دیکھا کہ سونے میں کچھ کہہ رہے ہیں نزدیک گئے تو سنا درود شریف پڑھ رہے ہیں اور پھر خواب سے معلوم ہوا سو رہے ہیں۔ شکر کا مرض ہوا۔ غشی کا دورہ بھی کئی گھنٹوں کا ہوا اور حالت ہریانہ ہی ہوتی کہ سر کے اشارہ سے مسلسل نماز دست بستہ پڑھ جا رہے ہیں۔ کوئی کہتا؟ آپ نماز پڑھ چکے ہیں تو فرماتے اچھا اور پھر تھوڑی دیر میں وہی نماز۔

اپریشن ہوتے اور اس قسم کے کمال مبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے۔ جس کی نظیر ملتی مشکل و نادر بغیر کلورہ فارم کے چیر پھاڑ ہوتی اور نثر بلا تکلف چلتے۔ داہنے ہاتھ کا انگوٹھا کاٹ دیا گیا۔ مگر کیا مجال کہ اب بھی فرماتے۔ یا ذرا سی بھی جھنش ہوتی۔ اوے پور میں ایک ایسے ہی اپریشن پر وہاں کے ایک مشرک ڈاکٹر نے رعبہ سے اس کا ذکر ہاں الفاظ کیا۔ وہ اپریشن کے وقت اپنے جسم میں اتنے تھکے بلکہ اپنے مالک کے پاس چلے گئے تھے ہم نے ایک غیر ذی روح جسم میں اپریشن کیا تھا۔ اپنے اور پرانے موافق و مخالفت سب ہی اس عظیم مبر و تحمل کے معترف تھے اور بڑے تعجب سے اس کا ذکر کرتے آپ کے حسن و جمال کی تحسین کے دو شاہ کار تو یہی ہیں ایک حضرت مولانا سردار احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور دوسرے حضرت مولانا شمس علی خان صاحب پبلی بھیٹی، مولانا سردار احمد صاحب ایف اے کی لیاری کر رہے ہیں اور مولانا شمس علی صاحب عبدالشکور کاکوری کے مدرسہ میں ہیں۔ ایک نظر حضرت حمید الاسلام کو دیکھ لیتے ہیں اور ایسے دیوانہ ہو جاتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ سیدھے بریلی اور آستانہ عالیہ رضویہ کے ایسے گوہر ابدار اور شمس و قمر بن جاتے ہیں کہ آج سنییت و رضویت ان پر فخر کرتی ہے اور وہ لائل پور جو پاکستان کا دیوبند اور نجد تھا۔ آج وہاں بریلی کا ایک رخشہ آفتاب جگمگا رہا ہے جس کی چمک کے سپرہ چشم اندھے ہو رہے ہیں۔

حضرت حمید الاسلام اپنے متوسلین کی مجلس میں گھنٹوں مسلسل فضائل سرور کائنات اور رد و دہایت و جہدیت پر تقریر فرماتے رہتے اور لوگ ہمہ تن عالم سکوت میں سنا کرتے جو حق و جوق سلسلہ بیعت و ارادت میں داخل ہوتے۔ لاکھوں کی تعداد میں رضویت کی توسیع حضرت حمید الاسلام کی ذات سے ہوتی۔ آپ کا تاریخی نام محمد ہے۔ ۱۲۹۲ھ اور شاید ۶۲ھ ہجری الاولیٰ تاریخ وفات ہے۔

ایک دینی ریاست اعلیٰ حضرت سے ملنے کے بہت مشتاق تھے۔ دعوت بھیجی اعلیٰ حضرت نے انکار فرما دیا۔ خود آنا چاہا اور معلوم ہوا اے رہے ہیں فوراً اعلیٰ حضرت اپنی زمینداری موضع کر قول میں تشریف لے گئے۔ عمر بھر یہ اشتیاق ان دینی ریاست کو رہا۔ مگر

اعلیٰ حضرت نے ان سے ملاقات نہ کی۔ صاف کہہ دیا بھیس البتیر علی باب الامیر ادی ذی علم تھا جواب بھیجا۔ نعم الامیر علی باب البتیر۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا میرے یہاں ٹوٹی ہوئی کرسیاں ہیں۔ ایسے بڑے نواب کی شان کے لائق میرے یہاں کوئی چیز نہیں۔ نہ یہاں ان کی تواضع کے کچھ سامان ہیں غرض اجازت نہ دی اور وہ جب بلا اجازت آنے لگے تو پھر مکان ہی سے چلے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا تو خانقاہ شریف کی تعمیر کے لئے ستر ہزار روپیہ حمید الاسلام کو بھیجا۔ مگر وہ سبحان اللہ بچوں کا سچا جانشین استغنا ہو تو ایسا ہو۔ واپس فرما دیا اور فرمایا جب اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں آپ سے کچھ قبول نہ فرمایا تو ان کی خانقاہ کی تعمیر میں آپ کا روپیہ میں کیسے قبول کر لوں۔ اس مختصر سے مضمون میں تمام حالات کیسے آگئے ہیں پھر بھی تم ازکم آپ کے انتقال کا یہ واقعہ ضرور لائق ذکر ہے۔ میں نے خود بہت اسوات دیکھیں۔ یہ دیکھا ہم سخت ہو جاتا ہے اور بالکل کی تھکے کی طرح ہو جاتا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور ایک حمید الاسلام کو چشم خود میں نے دیکھا اور ابھی بہت سے دیکھنے والے موجود ہیں جو اس حقیقت کے گواہ ہیں۔

وقت غسل یہ اجسام مبارک بالکل زندہ جسم کی طرح نرم و نازک تھے۔ ہاتھ کندھے تک بلا تکلف مڑ جاتا اور جسم دبانے سے نرم معلوم ہوتا۔ اس نرمی کے اعتبار سے مکمل زندہ جسم کے مطابق مطلق تھی نہیں۔

ایسے ہی سر اس طرف اس طرف گھمایا جا سکتا اور غسل بھی فوراً نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کو میں گھنڈہ بعد دیا گیا اور نرمی کی دہی کیفیت اور حمید الاسلام کو بھی تقریباً ۱۲ گھنڈہ بعد اور نرمی کا دہی عالم ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ حضرت حمید الاسلام کا وصال ۱۰ بجے ۳۵ منٹ پر شب میں ہوا۔ گرمی کا موسم مئی کا مہینہ دوسرے دن ۲ بجے دن پیشانی پر پیدہ دیکھا گیا۔ اس وقت تو صرف تعجب ہی ہوا۔ مگر اب اس کی حقیقت معلوم ہوئی۔ جب دوران تدریس درجہ حدیث یہ حدیث شریف نظر سے گزری۔ عن ہریدۃ المؤمن یحوت بعرق الجبین (رواہ الترمذی)۔

دوران بیماری پبلک اندر باہر پکڑا جاتا تو مشقت معلوم ہوتی اور پوچھ محسوس ہوتا اور بعد وصال جنازہ مبارک پھولوں کی مانند پکا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی شہادتیں ہیں جو آپ کی متوہیت و کرامت پر ولادت کرتی ہیں ان کی تفصیل تلاش آپ کے مریدین سے کی جاسکتی ہے اگر اس سلسلہ میں خاص کر مولانا سردار احمد صاحب کو لائل پور لکھا جاتا تو بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

حالات

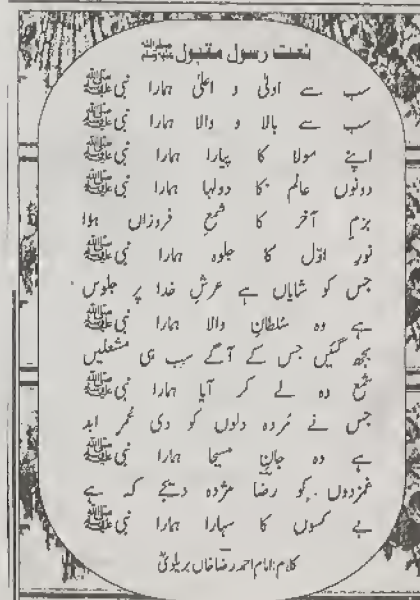
حضرت آسی صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت و وفات

۹ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ ۲۰ ربیع الثانی "ظہور الحق" تاریخ وفات ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۱۷ء اسم گرامی محمد عبدالعلیم صاحب اخلص "پ آسی" مزار مبارک غازی پور محلہ نور الدین پورہ میں ہے۔ آپ کے والد ماجد قطب العارفین حضرت شیخ قمر حسین قدس سرہ نسباً سلسلہ جدی سے انصاری تھے۔ جد مادری آپ کے اجداد کے ہندو شیخ مبارک تھے جو حضرت مولانا مظہر حق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے اور عدین سے سکندر پور ضلع بلیا تفریف لائے تھے جن کا مزار مبارک سکندر پور میں مریض غلامی ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ قاضی پورہ ضلع آ رہ کی تھیں جو حضرت مفتی احسان علی صاحب علیہ الرحمۃ کی پوتی تھیں۔ حضرت مفتی احسان علی صاحب "حضرت شاہ غلام حیدر صاحب بلاوی کے اجل خلفاء میں تھے۔ حضرت کی والدہ محترمہ کا انتقال حضرت کی مصروفی ہی میں ہو گیا تھا بانی صاحب نے پرورش کی۔ حضرت کی شادی محلہ نور الدین پورہ میں شیخ راحت علی صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

حضرت کی تعلیم

ابتدائی کتابیں تو حضرت نے دوسروں کو پڑھتے ہوئے سن کر یاد کر لی تھیں درسیات فرنگی محل کے مشہور علامہ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب سے پڑھی تھیں۔ حضرت آسی غازی رحمہ یہ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی کتاب نصف صفحہ اور ایک صفحہ سے زائد استاد سے



نہیں پڑھی۔ نصف سطر یا ایک سطر کا مطالعہ فرمایا کرتے اور اسی میں رات گزر جاتی۔ نصف سطر کے سبق میں چھ سات گھنٹہ صرف ہوتے تھے۔ استاد و شاگرد دونوں پینہ پینہ ہو جاتے۔ نصف صفحہ یا ایک صفحہ کے بعد مولانا عبدالحکیم قدس سرہ کتاب بند کر دیتے اور فرماتے کہ اب کتاب ختم ہو گئی دوسروں کو پڑھاؤ۔

حضرت آسی جس وقت شرح مسلم پڑھتے تھے تو مطالعہ میں ملا بحر العلوم کا حاشیہ نہیں دیکھتے تھے۔ مطالعہ کے بعد جب حاشیہ ملاحظہ فرماتے تو اکثر یہ ہوتا کہ ملا بحر العلوم سے زیادہ اعتراضات و جوابات پیدا فرماتے۔ حضرت آسی رحمت اللہ علیہ کی تاریخ کا یہ حصہ دیکھ کر مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ کی درس گاہ کا پرکیف منظر نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ استاد اکترم مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ اور مجاہد ملت کے درمیان جب کسی الجھے ہوئے مسئلہ پر گفتگو ہوتی تو بسا اوقات دونوں طرف سے آستینیں اٹھ جاتیں اور کسی کی دن ایک سبق میں لگ جاتے۔ مولوی اسلام مرحوم سنبھلی کی شرح مرقات مجاہد ملت کے یہاں ہوتی تھی۔ مرحوم کے ہم سبق جماعت کی تعداد گیارہ کے لگ بھگ تھی۔ ڈھائی سال مسلسل پڑھانے کے بعد تقریباً ۲۶ صفحہ تک شرح مرقات کا درس ہوا تھا۔

حضرت آسی کی شاعری

حضرت پہلے عامی تخلص فرماتے تھے پھر بعد میں آسی کر دیا تھا۔ شاعری میں حضرت شاہ غلام افضل کے شاگرد تھے جو تاج کھنوی کے ارشد ترین تلامذہ میں سے تھے۔ تاج کا شعر ہے۔

پھر پھر کے دائرہ ہی میں رکھتا ہوں میں قدم

آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

یہ وہی دائرہ شاہ اجمل ہے جہاں کے مجاہد نہیں حضرت شاہ غلام اعظم افضل تھے۔ (دائرہ شاہ اجمل آلہ آباد کا قدیمی مشہور دائرہ ہے اس دائرہ میں بڑے نامور شہرہ آفاق علماء و مشائخ پیدا ہوئے اور اب تک ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں ملت

اسلامیہ کی خدمات انجام دیں) اور تاج شاہ غلام افضل صاحب ہی کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کی شاگردی کا واقعہ تاج کے ساتھ اس طرح پیش آیا کہ جب تاج آلہ آباد آئے تو حضرت افضل کی ذہانت پر عاقل ہو گئے۔ شاہ صاحب موصوف ایک مہاں جی کے شاگرد تھے۔ جو جو گوئی میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ میاں جی کے خوف سے تاج کی ہمت نہ پڑی کہ شاہ صاحب موصوف کو اپنا شاگرد بنائیں۔ چنانچہ ایک روز حضرت تاج پانچ روپیہ کی مٹھائی اور دو سو روپیہ نقد لے کر گئے اور عرض کی میں شاگرد ہونے آیا ہوں میاں جی بہت ہی مفلوک الحال تھے دو سو روپیہ کی رقم پا کر بہت خوش ہوئے جب وہ نذرانہ قبول کر چکے تو تاج نے دست بستہ عرض کی کہ افضل کو مجھے دے دیجئے۔ میاں جی نے فرمایا کہ تم نے بڑا دھوکہ دیا کیونکہ وہی تو مجھے ایک لاکھ ملا ہے قہر درویش برجان درویش افضل کو تاج کے حوالے کر دیا۔

حضرت افضل کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ کبھی مشاعرے میں پہلے سے غزل نہیں کہتے تھے تین مشاعرے کے وقت اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے اور خانقاہ اہلیہ میں دو کاتب دونوں سرے پر بیٹھ جاتے ۱۰۰ صاحب شیلے جاتے اور ایک سرے پر پہنچ کر ایک کو شعر لکھاتے اور دوسرے سرے پر دوسرے کو اس قدر جلد شعر فرماتے تھے کہ دونوں کاتب بدقت شعر لکھ پاتے۔

ایک مرتبہ تاج کے دوران قیام آلہ آباد میں کچھ اساتذہ کھنوی سے آئے تھے خانقاہ اہلیہ میں مشاعرہ ہوا طرح کی زمین پتھر چاندنی پتھر چاندنی تھی کھنوی حضرات میں کسی کے شعر میں عین قطع سے گر گئی تھی شاہ صاحب نے ان سے آکھ ملا کر یہ شعر پڑھلا

تین برقعہ سے نکالے گر وہ شوق ناز میں

حسن پر نازیں ہو پھر کیا خاک پتھر چاندنی

ایک مرتبہ شاہ صاحب کھنوی تشریف لے گئے تو تاج کی اجازت سے آتش سے ملاقات کی۔ رسم تعارف کے بعد شاہ صاحب نے آتش سے غزل سنانے کی فرمائش کی۔ آتش نے یہ مطلع پڑھا۔

حسن سے قدرت خدا کی رو نظر آیا مجھے
دلش پیغمبر ترا گیسو نظر آیا مجھے

شاہ غلام اعظم صاحب نے لاجول پڑھا اتش خاموش ہو گئے پھر کوئی شعر نہیں سنایا
واپس آئے تو ناسخ سے قصہ سنایا۔

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ جب شاہ غلام اعظم کے شاگرد ہوئے تو ابتدا میں چند
غزلوں پر اصلاح پڑی بعد میں شاہ صاحب نے لکھ کر واپس کر دیتے تھے کہ کہیں اصلاح کی
گنجائش نہیں ہے ایک مرتبہ حضرت آسی نے یہ طرح بھیجی تھی جس کا قافیہ رویف ”مکان
پر“ ”امتحان پر“ خاکسائی نے شاہ صاحب سے یہ کہہ دیا کہ حضرت آسی نے یہ طرح آپ
کے پاس امتحان کے لئے بھیج دی ہے جس پر شاہ صاحب خفا ہو گئے اس واقعہ کا اشارہ
شاہ صاحب کے پاس اس مطلع میں موجود ہے۔

احباب مستعد ہیں میرے امتحان پر
پہنچے گی اس غزل کی زمین آسمان پر

لیکن جب آسی نے ملاقات کی تو شاہ صاحب کا دل صاف ہو گیا اسی رویف و
قافیہ کا دوسرا شعر ہے۔

پہنچا ہے عرش پر تن خاکی مصطفیٰ
کس شان سے زمین گئی آسمان پر

حضرت آسی فرماتے تھے اب اس سے بہتر کوئی ”زمین آسمان پر“ نہیں جاسکتی۔

حضرت آسی کے تلامذہ

حضرت آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ کی تعداد کثیر تھی جن میں مولوی عبدالاحد
صاحب شمشاد کھنوی، مولوی عبدالصمد صاحب دیس، ویسٹ غازی پوری حکیم سید محمد غازی
پوری مولوی احمد حسین لیبب سکندر پوری بہت ممتاز تھے۔ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا
کرتے تھے کہ اگر ان کو ناسخ سے افضل نہ سمجھو تو ان سے کم بھی نہ سمجھو اور لیبب سکندر
پوری کے بارے میں فرماتے تھے کہ واقعی اسم بامسمیٰ ہیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے لیبب کو

زبردستی مہر پر بٹھا دیا اور مجبور کیا مرثیہ پڑھو۔ لیبب نے حضرت آسی کی ایک غزل میں
ایک ایک دو دو لفظ کی تبدیلی کر کے برجستہ سلام پڑھ دیا۔ حضرت کا مطلع یہ تھا

قصور میں جب کس دن آپ کا آنا ہوا
یہ ہوئی رفعت کہ ہام عرش تہہ خانہ ہوا

لیبب نے اس کو اس طرح پڑھا۔

مہر کی جب قصروں میں شاہ کا آنا ہوا
یہ ہوئی رفعت کہ ہام عرش تہہ خانہ ہوا

حضرت صغیر بلگرامی جو موسیٰ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ڈومراؤ ضلع آدرہ میں
رہتے تھے۔ حضرت سے چشم رکھا کرتی تھی۔ ان کی طرف سے ایک طرح دی گئی جس
کی زمین ”آتے ہی کیوں“ جاتے ہیں کیوں“ تھی حضرت کے پاس مصرعہ طرح غلط بھیجا
گیا اور رین ”آتا ہوں کیوں“ جاتا ہوں کیوں“ بتائی گئی۔ حضرت جب مشاعرہ میں پہنچے تو
غلط طرح پہنچے کا علم ہوا، یہ حرکت گراں گزری اور جو غزل گھر سے غلط طرح میں کہہ کر
گئے تھے اس کو غیر طرح کہہ کے پڑھ دی جس کا مطلع یہ ہے۔

طرح مصرعہ ہوا ہے حج کے حیفے کے ساتھ
میں غزل مفرد میں اے آسی پڑھے جاتا ہوں کیوں

اور اس کے بعد برجستہ طرح میں غزل پڑھنا شروع کر دیا جس میں کہیں کہیں
اپنے خالصین پر چٹ بھی کرتے جاتے تھے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

شیخ کے مانند ہے اپنا بھی کیا سوز و گداز
صورت پر دان دشمن ہم سے مل جاتے ہیں کیوں

حضرت آسی کے کلام میں کہیں کہیں شلیح طلب اشعار بھی ہیں مثلاً۔

ملی بھی ہے فخر جون پور آسی
خواب گاہ جناب شیخو ہے

حضرت شاہ شیخو مجذوب سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ تھے قطب الاقطاب حضرت محمد

رشید جو زیوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب خانقاہ رشیدیہ و مصنف مناظرہ رشیدیہ کے دوست اور معاصر تھے جو چور کا پل انہیں کی دعا سے بنا ہے۔

اللہ یہ تھا کہ اکبر بادشاہ جو چور دورہ پر آیا تھا۔ شام کو دریا کی سر کے لئے کشتی پر نکلا دریا بے گونگی بہت جوش پر تھا دیکھا کہ ایک عورت دریا کے کنارے بیٹھی رو رہی ہے دریافت کیا عورت نے کہا کہ میں اپنا شیر خوار بچہ اس پار چھوڑ کر شہر میں کچھ ضرورت سے آئی تھی اب کھو بند ہو گیا ہے میرا بچہ رات بھر بغیر دودھ کے تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ اکبر نے اپنی کشتی پر اس عورت کو بٹھا کر اس پار اتار دیا۔ اور مٹم خاں خانقاہ کو حکم دیا کہ اس جگہ پل بنواؤ۔ مٹم خاں خانقاہ نے جب کارگیروں کو پل بنوانے کا حکم دیا تو کارگیروں نے کہا کہ اس جگہ بہت بڑا کنڈ ہے یہاں پر پل نہیں بن سکتا۔ اس کنڈ کو روپیوں سے پات لیجئے جب پل بنے گا مقصد یہ تھا کہ بہت کثیر روپیہ خرچ ہو گا۔ خاں خانقاہاں آمادہ ہو گئے۔

پہلے کارگیروں نے کشتی میں پانچ خالق کا ایک پل بنایا اور دریا کو کاٹ کر اس طرف لے گئے پھر بھی اس جگہ پل نہ بن سکا۔

خان خانقاہاں خود نو ہی کر اس کی قیمت سے روٹیاں کھاتے تھے اسی مال حلال سے دو چار روپیہ ان کے پاس موجود تھے اسی روپیہ سے اولیاء اللہ جو چور کی دعوت کر دی۔ کھانا کھانے کے بعد خان خانقاہاں نے دست بستہ عرض کی کہ آپ لوگ دعا فرمائیں کہ اس جگہ پل بن جائے۔ حضرت شاہ شہو نے دعا کی کہ بقیہ اولیاء اللہ نے ”آمین“ کہی اس کے بعد کارگیروں نے جو اینٹ جہاں رکھی وہ لٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ جس جگہ ان بزرگوں نے دعا کی تھی خان خانقاہاں نے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرا دی تھی جس کا نام ”مستجاب الدعوات“ ہے۔ یہ مسجد پل کے شمالی حصہ سے یورپ نیچے اتر کر چالیس پچاس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس پل کا مادہ تاریخ ”مصراتہ المستقیم“ ہے پل کے استحکام کا یہ حال ہے کہ ۱۸۷۱ء میں ایسی زبردست پاؤں آئی تھی کہ دریا کا دھارا پل کے اوپر جو کٹھریاں بنی ہوئی ہیں ان کی برجوں سے اوپر بہتا تھا۔ شاہی زمانے کی چار کٹھریاں وسط

پل میں ہیں اور بقیہ کٹھریاں انگریزی زمانے کی ہیں اس طوفان کے سیلاب میں بھی پل کی ایک کٹھری بھی کہیں سے نہیں نکلی انگریزی کٹھریاں سب بہہ گئی تھیں۔ (اخبار کی حالیہ اطلاع ہے کہ ۱۸۷۱ء کے بعد ۱۹۵۵ء میں دوسرا تاجہ کن سیلاب آیا)

حضرت شاہ شیخ مجذوب اس مسجد میں گدڑی پہنے بیٹھے رہتے اور روزہ سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے۔ جب کوئی ملنے کے لئے آپ کے پاس آیا تو گدڑی اتار کر رکھ دیتے اور فرماتے کہ اے جاڑے اس گدڑی میں چلا جا گدڑی کا پیٹے لگتی اور خود بیٹھ کر باتیں کرتے جب وہ شخص چلا جاتا تو گدڑی ماہن لیتے اور کا پیٹے لگتے۔ حضرت شاہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حزار پاک دروازہ مسجد سے متصل زیارت گاہ خلائق ہے۔ یہ تو ایک ضمنی بات تھی مقصود یہ ہے کہ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی شہر و شاعری سے کافی ہم آہنگ رہی۔ حضرت کا کلام محاسب خلق سے بالکل پاک ہے۔ حجاز کے انداز میں حقیقت کی پردہ داری جس انداز سے فرمائی وہ حضرت آسی ہی کا حق ہے۔

لطیفہ

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت حال کے دکشائے کے لئے ایک رباعی حالت مریدین میں ارشاد فرمایا۔

رباعی

چار یاران نبی میں آسی سبھیٹ مجھے ہر یار کی ہے
طلب راہ خدا میں لیکن چوری حیدر کمر کی ہے
اس رباعی کے سننے کے بعد حلقہ مریدین میں سے ایک چھیٹے مرید نے عرض کیا کہ سرکار آپ کے بعد شیخہ حضرات اگر اس رباعی سے غلط فائدہ اٹھانا چاہیں تو ہمارے پاس کیا جواب ہو گا۔ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ نے برجست ارشاد فرمایا کہ کیا اس وقت انکشاف حقیقت کے لئے ہمارا یہ شعر کہ

یا نبی جائے نشینی کے لئے آپ کے بعد
لوح محفوظ میں تھا کون سوائے صدیقی

نہیں کرنے میں تمہیں کیا جھجک ہوگی۔

حضرت آسی اپنے زمانے کے خدا رسیدہ اور ولی کامل بزرگ تھے۔ آج بھی بہت سے علمائے اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ اس آخری دور میں حضرت آسی نے تصوف کی لاج رکھ لی۔ مسائل تصوف پر جس حسن سلوک سے اظہار خیال فرمایا ہے اس سے آپ کا دیوان بھرپور ہے مختلف فیہ مسائل میں بھی حضرت آسی امام اہل سنت کے دوش بدوش تھے۔

حضرت آسی کی شاعری کوئی عامیانہ شاعری نہ تھی بلکہ فن شاعری کے ایسے اصولوں کی بھی پابندی فرماتے تھے جس پر دوسرے اساتذہ کا چلنا دشوار تھا کبھی بھی غالب اور مومن وغیرہ کی غزل پر طبع آزمائی فرماتے تھے مثلاً غالب کی غزل کا مطلع ہے۔

سادگی پر اس کی مر جانے کی حسرت دل میں ہے

بس نہیں چلا کہ پھر خنجر قاتل میں ہے

حضرت آسی کا مطلع ملاحظہ ہو۔

دائے محرومی یہاں شوق شہادت دل میں ہے

جوش آب زندگانی خنجر قاتل میں ہے

دوسرا شعر:

پھر وہی دل کی غلب ہے ان کو شرم آتی نہیں

خاک کر ڈالا جلا کر دل کو اب کیا دل میں ہے

مومن کا شعر ہے۔

آنکھیں جو ڈھونڈتی تھیں نگہ پائے انتفا

غم ہوتا دل کا وہ مری نظروں سے پا گیا

حضرت آسی نے اسی مضمون کو اس عیرائے میں ادا کیا۔

بیانہ نگاہ سے آخر پھلک گیا

سر جوش ذوق وصل تنہا کہیں جسے

حضرت آسی بہتر اصلاح فرماتے تھے سڑک سے درگاہ تک حضرت نے ایک سڑک اور پل بنوایا تھا۔ حضرت شہنشاہ تارخ لکھی۔

”پہلے مطاع زیارت گہر شید آباد“

حضرت نے سننے کے بعد برجستہ فرمایا کہ مولوی صاحب پہلے کی ”سی“ کو نکال کے مطاع کے ”ع“ کو ”ف“ سے بدل دیجئے اب مصرع یوں ہوا۔

”پہلے مطاف زیارت گہر شید آباد“

اہل فن حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ اب مصرعہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اب مناسب یہ ہے کہ حضرت آسی کے دیوان سے چیدہ اشعار آپ حضرات کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر دیئے جائیں۔

۱- میری آنکھیں اور دیدار آپ کا

یا قیامت آگئی یا خواب ہے

۲- جب حسرت سے آسی کہہ رہا تھا کل دینے میں

شفاعت ہو گی پیسے حشر میں یا مصطفیٰ کس کی

۳- بھوسا جاتا ہے آسی حشر میں

عاشقان سرور عالم کے ساتھ

۴- کسی در پر پڑا رو کے آسی رات کہتا تھا

کہ آخر میں تمہارا بندہ ہوں تم بندہ پر درو

۵- کہاں جہ کہاں جیسے شراب ناب گلگوں کے

کہو آسی یہ کیا دھما لگایا پارسائی میں

۶- اخیر وقت ہے آسی چلو مدینے کو

خار ہو کے مرو تربت حیدر پر

۷- پوچھتے ہو شبہ بیلاں کے فضاں آسی

ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

۸- وہ کاش اتنا قیامت میں تو پوچھیں

کہاں ہے آسمان ہے دل ہمارا

۹- اصل فتنہ ہے قیامت میں بہار فردوس

جز تیرے غیر نہ چاہے مجھے وہ دل دینا

۱۰- ملنے کی یہی راہ نہ ملنے کی یہی راہ

دنیا جسے کہتے ہیں عجب راہ گزر ہے

۱۱- میں وہیں سمجھا ملی جب کسرت آدم مجھے

عالم غم میں بنا کر مرکز عالم مجھے

۱۲- بے حجابی یہ کی ہر ذرہ میں جلوہ آشکار

اس پر گھونگٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

۱۳- حرص دولت کی نہ عزد چاہ کی

بس تمنا ہے دل آگاہ کی

۱۴- درد دل کتنا پسند آیا اسے

میں نے جب کی آہ اس نے واہ کی

۱۵- پیکاران یار دیکھئے کس پر کرم کرے

دل اس طرف بکھر اھر امیدوار ہے

۱۶- آخر تک اسے گل تر تھکھ کو مر جھانا پڑا

اس قدر بھی اپنے جانے سے کوئی باہر نہ ہو

تاریخ وصال

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز اتوار ایک بج کر تیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک فرما

کراہتے محبوب حقیقی سے چالے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کا عرس مبارک ۲ جمادی الاولیٰ کو شہر غازی پور محلہ نور الدین پورہ میں مزار

مبارک پر ہوا کرتا ہے۔ وصال کی تاریخیں بہت سے لوگوں نے کہیں۔ مولوی محمد احمد

ب۔ ایمن سکندر پوری نے ”لقد رضی اللہ عنہ سے تاریخ نکالی اور سلطان العارفین
ت۔ شاہ صوفی شاہد علی عرب شاہ سبز پش ۱۳۳۵ھ رحمتہ اللہ علیہ حسب ذیل تاریخ
دی۔

شد جہاں ہے اور چشم من سیاہ

نور ذات اللہ علیم پاکیز

۱۳۳۵ھ ۷ ۱۳۳۲ھ

نور کا

صبح طیبہ میں ہوئی بٹا ہے بازار نور کا

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سناٹا پھول پھولا نور کا

مست بو میں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالا نور کا

نور دن دوتا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا علم نور کا

سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

شع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا

تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

نا محمد صدیق صاحب موسس دہائی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور سے فنون و علوم کی ابتدائی حاصل کی حضرت مولانا محمد صدیق صاحب حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب ہاری ثم جو پوری علیہ الرحمہ کے ارشاد تلذذہ سے تھے۔ پھر انہیں کے مشورے سے پ مدرسہ حنفیہ جو پور میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ سے بلا واسطہ اسباق شروع کئے۔ تحصیل علم کے زمانے کے بعض کوائف خود ہی بیان مانتے ہوئے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دن میں استاذ علیہ الرحمہ سے اسباق پڑھتے اور رات میں ان کی خدمت کے لئے حاضر ہو جاتے لیکن یہ خدمت بڑی بابرکت ہوا کرتی۔ لوگ استاذ علیہ الرحمہ کے پیر دہاتے رہتے اور استاذ علیہ الرحمہ دن کے اسباق کے تعلق دریافت فرماتے تھے۔ تھوڑی سی دیر میں تمام اسباق کا اعادہ ہو جاتا اور اگر کوئی گزشت ہوئی ہوتی تو حضرت استاذ علیہ الرحمہ کی ہدایت سے وہ یاد ہو جاتی اسباق جیسے کے زمانہ میں استعداد اتنی اعلیٰ تھی کہ اگر قبلی پڑھتے تھے تو شرح تہذیب نہایت سہائی سے دوسرے طالب علموں کو پڑھاتے تھے۔ اسی طرح پڑھنے کے زمانے ہی میں چھانے کا اور تعلیم کے زمانے میں تعلیم و تدریس کا ذوق تہرہ خوب حاصل ہو گیا تھا۔ اور اس طریق تعلیم کا یہ نتیجہ لازمی تھا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اندر افہام و تفہیم کا لگائی بھی راسخ تھا۔

زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ہم لوگ جو پور کے بازار میں خریداری کے لئے گئے کوئی سامان خریدنا اس زمانہ میں وہاں دلالی کا کام رونق کر رہے تھے۔ یہ پنا سامان خریدنے میں مصروف تھے۔ دلال آکر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے سامان خریدنے کے بعد دوکاندار کو قیمت ادا کر دی تو دلال آگے بڑھ کر بولا۔ ہمارا کمیشن دیجئے۔ فرمایا کہ یہ چیزیں ہم نے خود خریدی ہیں۔ تمہیں کمیشن کیوں دیں۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی کی نوبت آگئی چونکہ خود حق پر تھے اس لئے دلالوں کی پوری مرمت کی۔ جب وہاں سے مدرسہ لوٹے تو اب توثیق پیدا ہوئی کہ اگر حضرت استاذ کو اطلاع ہوگئی تو بہت ناراض ہوں گے لیکن جب استاذ کے سامنے گئے اور استاذ علیہ الرحمہ کو پہلے ہی

سوانح صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ

حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی امین مولانا حکیم جمال الدین امین مولانا خدا بخش امین مولانا خیر الدین۔

خاندان

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے آباؤ اجداد اہل علم و فضل تھے آپ کے والد بزرگوار علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد طبابت کیا کرتے تھے۔ دادا بزرگوار جب حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی تو اس اجازت نامہ میں مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ کو عالم و فاضل تحریر فرمایا ہے۔ مدینہ منورہ کے علماء کے نزدیک یہ مرتبہ وفود علم پر ذال ہے۔ یہ حضرت ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور کریم الدین پور والے ان کی کرامات بیان کیا کرتے ہیں۔

بچپن

میں آپ کے زمانہ طفولیت کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ البتہ ہم عمر بعض دوستوں سے سنا کہ لڑکپن میں تکمیل کو دو غیرہ کے شاہق نہ تھے جیسے کہ اور لڑکے ہوا کرتے ہیں۔

طالب علم

ابتدائی کتابیں اپنے دادا مرحوم سے پڑھیں اس کے بعد اپنے بڑے بھائی حضرت

معاہدہ کی پوری اطلاع پہنچ گئی تھی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اگر تم پتہ کرتے تو میں تم کو مدرسہ میں نہ آنے دیتا۔

مدرسہ حنفیہ کی تعلیم سے فارغ ہو کر پھر دورہ حدیث شریف کی تحصیل کے لئے حضرت استاذ الاسلام تہذیبیہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا وحی احمد صاحب محدث سورق علیہ الرحمہ کی خدمت میں شہر پہلی بھیت حاضر ہوئے۔ احادیث کی تکمیل کے بعد فن طب جو آبائی پیشہ تھا اس کے حاصل کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ حکیم حافظ مولوی عبدالولی صاحب جھوانی نور اللکھنؤ سے اس فن کی تکمیل کی اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔

پٹنہ کی زندگی کے متعلق بعض باتیں فرمایا کرتے تھے افسوس کہ قلم بند نہ ہونے کی وجہ سے حافظ سے نکل گئیں۔

اعلیٰ حضرت کے دربار میں

اسی دوران میں بریلی شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت مجدد مآۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ایک مدرس کی ضرورت تھی آپ کے شفیق استاذ جو ہر شیاں حضرت محدث سورق علیہ الرحمہ تھے اس خدمت کے لئے آجناب کا نام نامی و اسم گرامی پیش فرمایا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کو بہت پسند فرمایا۔ اس وقت تک حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کا شرف قرب حاصل نہ کیا تھا شاید اس نے پہلے زیارت بھی نہیں کی تھی۔ استاذ کے حسب الحکم پٹنہ کا مطب چھوڑ کر سیدھے بریلی شریف آ گئے۔

ابتداء بریلی شریف میں درس کا کام شروع کیا اس کے بعد مطبع اہل سنت کے لئے مستعد ناظم و مہتمم کی ضرورت پڑی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ کام بھی حضرت ہی کے سپرد کیا۔ اعلیٰ حضرت کی پوری حیات طیبہ میں یہ کام سرانجام دیتے رہے۔ اور بعد وصال یہ کام اس وقت چھوڑا جب کہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی صدر مدرس کے لئے امیر شریف روانہ ہوئے۔

بریلی کی زندگی کے واقعات بیان فرماتے ہوئے کسی دفعہ فرمایا کہ صبح نماز فجر سے لے کر رات کے بارہ بجے تک اور کبھی ایک بجے تک مسلسل کام ہوا کرتا تھا صبح سویرے سے مدرسہ کا کام دوپہر کو پریس کی نگرانی اور پارسلوں کی روانگی اور کپڑوں کی تصحیح پریس میٹوں کو ہدایت وغیرہ بعد دوپہر نماز عصر تک تدریس بعد عصر سے مغرب تک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے یہاں سوالوں کے جواب تحریر کرتے بعد مغرب کھانا تناول فرما کر عشاء تک مطالعہ فرماتے بعد عشاء سے رات کے ۱۲ بجے ایک بجے تک پھر پریس وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ اس زمانہ میں کام اتنا کرتے تھے کہ معاصرین اور شاہدین کا بیان ہے۔

(خصوصاً ماموں جان مولانا احمد رضا خاں صاحب جو حضرت جتہ الاسلام و حضرت مفتی اعظم کے ماموں جان تھے اور بریلی کے تمام لوگ انہیں ماموں جان ہی کہا کرتے تھے وورہم لوگ بھی انہیں ماموں جان ہی کہتے تھے۔ ہاں تو ماموں جان فرماتے تھے) کہ مولانا احمد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔

کام کے سلسلہ میں کبھی اگر کوئی معمولی سی بھی فروگزاشت ہوتی تو اعلیٰ حضرت کی طرف سے تنگی بھی ہوا کرتی تھی یہ وہ زمانہ تھا کہ جب وہابیت دیوبندیت و تجریت رافضیت اور دیگر فرقوں کے رد میں روزانہ نئے رسائل اشتہار پرچے شائع ہوتے اور پھر ہندوستان کے اطراف و جوانب میں روانہ کئے جاتے ایسے عظیم کاموں کی موجودگی میں کوئی نہ کوئی کام چھوٹ بھی جاتا۔ ادھر اعلیٰ حضرت کی نگاہیں ہر کام کی خود نگرانی فرماتیں تو اگر کوئی فروگزاشت ہوتی سخت تنبیہ فرماتے ایک دن ایک معاملہ پر سخت تنبیہ فرمائی بعض حامدین (خدا ان کو معاف فرمائے) نے اس بات کا بہت پردہ پیچھا کیا۔ اعلیٰ حضرت کو جب خبر ملی۔ تو غالباً بعد عصر جب سب ہی لوگ موجود تھے۔ حضرت صدر الشریعہ کی بڑی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس پر کسی فروگزاشت پر مواخذہ کرتا ہوں تو یہ بھی غلط اور محبت ہی سے ہوتا ہے۔ عتاب ہمیشہ خاص احباب ہی سے ہوا کرتا ہے حضرت مولانا احمد علی صاحب کی میری نظروں میں بڑی وقعت ہے۔ یہ بات

سک کر تمام لوگوں پر حضرت صدر الشریعہ کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا۔

اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ اور سلسلہ میں داخل ہوئے اس کے بعد خلافت سے نواز گئے۔ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے کوئی کتاب سنا نہیں پرہی۔ لیکن فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ ہے سب آپ ہی کا فیض کرم ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ترجمہ قرآن بھی حضرت صدر الشریعہ کی مسلسل کوششوں کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ حضرت وعدہ فرماتے لیکن بعض وجوہ کے سبب اس میں تاخیر ہوتی رہی ایک دن قلم و دوات کا غد لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ حضور ترجمہ شروع ہو جائے چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا۔ ترجمہ کا طریقہ ابتداء یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد تقابض سے اس کی مطابقت سب لوگ دیکھتے اور حیران ہو جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ کے ایسا رجسہ اور مناسب ترجمہ جو تمام تفسیروں کے مطابق یا اکثر و بیشتر کے مطابق ہے کس طرح ہوتا ہے۔ بس یہ خدا کا فضل و احسان والعام ہی تھا۔

اس کام میں قدرتا بہت دیر لگتی اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ میں ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کے بعد اس کی تمام تفسیروں سے مطابقت آپ لوگ تلاش کریں ترجمہ اور تفسیروں میں مطالعہ کا کام بہت زیادہ رہا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کسی دن بھی رات کے بارہ بجے سے قبل مکان پر واپس نہ آتے کسی کئی دن رات کے دو بجے تک بھی دیر ہو جایا کرتی۔ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اتنی دیر کرنے پر بھی تمہاری والدہ بیٹھی انتظار کیا کرتی تھیں جب میں آتا تو کھانا گرم کر کے اور روٹی سینک کر مجھ کو کھلائیں پھر کھائیں۔ میرے بار بار منع کرنے پر بھی انہوں نے ایسا ہی رویہ رکھا۔ غرض بڑی عظیم الشان کامیابی حضرت صدر الشریعہ کی یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے قرآن پاک کا مکمل ترجمہ کر لیا آج اردو کے موجودہ تراجم میں کوئی ترجمہ بھی کسی حیثیت سے اس کا ہم پلہ نہیں ہے۔

یہاں مولوی اشرف علی اور مولوی محمود الحسن اور مولوی مودودی اور مولوی ابو الکلام آزاد وغیرہم کے تراجم موجود ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً سب سے موازنہ جاری رہتا ہے لیکن ہر مقام پر خدا کے فضل و کرم اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و امداد سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ترجمہ تمام ترجموں پر فائق ہے۔

جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو کسی مناظرے کے لئے کہیں بھیجا ہوتا تھا تو آپ کو بسا اوقات بھیجا کرتے تھے۔

ایک زمانے میں مولوی اشرف علی دیوبندوں کے حکیم الامت نے برائے علاقہ میں جا کر بڑا فتنہ پھیلایا تھا۔ اس کی سرکوبی اور دفع فتن کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو برا بھیجا لیکن وہابیہ کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور وہاں سے فرار ہو گئے۔ افتاء کا خاص کام جو بہت اہم تھا حضرت صدر الشریعہ کے سپرد تھا۔ اکثر فتاویٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ افرماتے اور آپ تحریر کرتے بعض اوقات خود فتویٰ لکھ کر لے جاتے بریلی شریف کے محفل کے موقع پر ایک دفع تقریر کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ جب اعلیٰ حضرت کا وصال ہو گیا تو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ لب فتاویٰ کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام کون کرے گا چنانچہ اس فکر میں سو گیا خواب میں دیکھا کہ میں چپکالی میں (کا شانہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ) کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں بہت سے فتاویٰ ہیں۔ حضرت دولت خانہ سے تشریف لائے اور فتاویٰ میرے ہاتھوں میں دیئے اور فرمایا ہم اسی طرح آتے رہیں گے۔ اسی کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مجھے یقین ہوا کہ میرے فتاویٰ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی باطنی نظر برابر رہے گی اور جب بھی میں نے کوئی فتویٰ ترتیب دیا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا قص کرم شامل رہا تو یقین ہے کہ میرا کوئی فتویٰ غلط نہیں بلکہ ہر فتویٰ شریعت کے مطابق ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد چند برس تک حضرت بریلی میں قیام پذیر رہے اس کے بعد دارالعلوم مغل غلامیہ درگاہ مغللی اجیر مقدس کی صدارت کی جگہ خالی ہوئی دارالعلوم کے معتمد جناب سید ثار احمد صاحب مرحوم نے حضرت مولانا سید سلیمان

اشرف صاحب علیہ الرحمہ سے اس جگہ کے لئے موزوں عالم منتخب کرنے کی درخواست کی۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ جو صدر الشریعہ کے استاذ بھائی اور شفیق دوست اور اعلیٰ حضرت عالیہ الرحمہ کے خاص متفقہ تھے انہوں نے معتقد صاحب کے سامنے حضرت کا نام پیش کیا اور معتقد صاحب کی درخواست پر خود بریلی شریف تشریف لا کر اور حضرت صدر الشریعہ کو وہاں سے چلنے پر مجبور کیا۔ حضرت اپنے شیخ کا آستانہ اور جامعہ رضویہ مدرسہ اہل سنت کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ مگر حضرت حجت اسلام علیہ الرحمہ مولانا حامد رضا خاں صاحب کے اجازت دینے پر اجیر شریف تشریف لے گئے یہ غالباً ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے۔

دارالعلوم معلیٰ عثمانیہ میں تشریف لانے کے بعد وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا شروع شروع زیادہ تر تفسیر و حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھائیں جب وہاں کے بعض مدرسین نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ ان کی فقہیت و دینیات میں بالغ فطری تو ہم کو مسلم ہے لیکن منطق و فلسفہ میں ہم سے یہ مقابلہ نہیں کر سکتے تو صحیحین اور بیضاوی کے علاوہ عموماً منطق و فلسفہ کی اعلیٰ ترین کتابیں پڑھانے لگے۔ دوسرے مدرسین نے طالب علموں کو اعتراض لکھا کہ اگر اہل منطق کرا کر بھیجتا شروع کر دیا۔ تو فرمایا کہ تم طلبہ ہو تم کو جو لوگ اعتراض لکھا کر بھیجتے ہیں ان کو بھیج دو آ کر اعتراض کریں اور جواب سنیں اور پھر علمی ذوق کا لطف آئے آ کر اس ان لوگوں نے اپنی ناکامی کو محسوس کر لیا اور حسد کی وجہ سے اس دارالعلوم سے استعفاء داخل کر کے مولانا عثمانیہ الدین صاحب اجیری کے دارالعلوم میں مدرسہ اختیار کر لی۔ اجیر شریف کے دوران قیام میں تعلیم کا بہت اعلیٰ معیار جاری فرمایا اور طلبہ کی وہ تربیت کی جس کی نظیر عام عربی مدرسے میں معدوم یا کم بعد وہ تھی۔

تعلیم کا وہ معقول انتظام تھا کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ صبح سویرے مدرسہ میں تشریف لاتے اور جب عام مدرسین مدرسہ کا وقت ختم ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے گھر چلے جاتے تو خاص خاص اسباق اس وقت بھی پڑھایا کرتے تھے تقریباً ۱۲ بجے تک گرمیوں کے موسم میں درس دیتے اور بعد ظہر وہاں پھٹی رہا کرتی تھی، لیکن حضرت

کے مکان پر درس کا سلسلہ اس وقت بھی جاری رہتا۔ ظہر سے عصر تک یہ سلسلہ چلتا اس کے بعد دو گھنٹہ معلیٰ میں نماز عصر پڑھا کر مولانا رام پوری مرحوم کے پاس جن کی نشست ہمارہ پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے پائین جانب آپ کے صاحبزادوں کے حصار کے پاس ہوتی بیٹھ جاتے اس جگہ علمی مذاکرہ اور دینی ابحاث کا سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہتا۔ بعد نماز مغرب مکان پر تشریف لاتے۔ صریوں کے موسم میں جب دونوں وقت مدرسہ ہوتا تو بھی بعد نماز عصر تک درس دیتے اور بقیہ معمولات اسی طرح تھے۔ اجیر شریف کے قیام کے آخری زمانے میں جسم کے بڑھ جانے (وانت) کی شکایت پیدا ہونے پر اطباء کے مشورے سے بعد نماز عصر دولت باغ میں بارہ درہی پرانا ساگر کے سامنے ٹھکانے کیلئے چلے جاتے۔ اس یہ تفریح میں اکثر و بیشتر مولانا سردار احمد صاحب ہمراہ ہوتے اور راستہ بھر کو علمی کتاب ہاتھ میں لئے ہوتے کتاب کا درس بھی جاری رہتا اور تفریح و سرگرمی ہوتی تھی۔

جمعہ کا دن تقطیل کا ساتا تھا۔ لیکن اس دن صبح سے لے کر دوں گیارہ بجے تک مجلس تقریر و مناظرہ منعقد ہوتی۔

آج کے اکثر مقررین اور واعظین اس زمانے کے تربیت یافتہ ہیں۔ اسی زمانے میں مولانا سردار احمد صاحب حافظ عبدالعزیز صاحب اور مولانا رفاقت حسین صاحب اور مولانا غلام جیلانی صاحب میوٹھی وغیرہم کے مناظروں اور تقریروں کے متعلق دلچسپیاں اور نوک جھونک خوب ہوا کرتی تھی۔ مقررین کی اصلاح اور نقد و تنبیہ بھی فرمایا جاتا۔

علمی و عملی طریقے اور اعلیٰ معیار خطابت کی ظاہر تعلیم آپ کی زندگی کا ایک بڑا کامنامہ ہے۔ اس کے بعد سلسلہ درس و تدریس و تربیت طلبہ وادوں ضلع علی گڑھ میں بھی جاری رہا۔ اجیر شریف میں آپ کا قیام ۱۹۲۳ء تک رہا۔ غالباً ۳۳ء کے شروع میں آپ نے اجیر شریف کو چھوڑ دیا۔ اجیر شریف کا چھوڑنا خود ایک لمبی داستان ہے جس کے لئے کئی صفحہ مکمل چاہیے۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد حضرت نع اپنے تمام تلامذہ کے حضرت جتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین دربار رضویہ کی دعوت پر اجیر شریف سے بریلی روٹ پر فروز ہوئے اور وہاں یہ سلسلہ دوس ایک عرصہ تک جاری رہا۔

جوش تبلیغ

اجیر شریف کے قرب و جوار میں راجپوت قوم وہاں راجہ پر تھوی راج کی اولاد آباد ہے جو مسلمان ہو چکی ہے لیکن ان میں بہت سی عادتیں مشرکانه تھیں اور وہ فرائض اللہ سے بالکل ناواقف تھے ان راجپوتوں کی شادیاں خدام بارگاہہ چشتیہ کے گھرانے میں اکثر ہوا کرتی تھیں چنانچہ خدام میں سے بعض شاگردوں نے ان لوگوں میں تبلیغ کا پروگرام حضرت کے ارشاد سے بنایا چنانچہ قرب و جوار کے بہت سے علاقوں میں وقتاً فوقتاً تبلیغی جلسے ہوئے جس کی وجہ سے بہت اچھا اثر پڑا اور شرکانہ رسوم سے توبہ کرنے اور ایمان کے راستہ پر چلنے کا جذبہ اس راجپوت قوم میں پیدا ہونے لگا۔

اس سلسلہ میں مولوی سید محمد علی صاحب ازہری اور مولوی خیرات رکن صاحب اور مولوی سید محمد یونس اور مولوی سید اقبال احمد صاحب تلامذہ حضرت صدر الشریعہ و خدام بارگاہہ معلیٰ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ اگر گرد کے بڑے شہروں اور قصبہات میں بھی خود اور آپ کے طلبہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے مذہب اہل سنت کی اشاعت اور رد و باہیہ مرزائیت قادریانہ کیا کرتے تھے۔

نصیر آباد بیاد لاؤنوں سے پور جوڈھپور پالی ماڈرن چتور وغیرہ کے علاقہ میں تبلیغ ہوا کرتی تھی۔

تقریر

حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کی تقریر نہایت مخصوص مضامین اور تفسیر قرآن و حدیث پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ طریقہ تقریر یہ تھا کہ پہلے کسی آیت کی تلاوت فرماتے اس کے بعد اس کا ترجمہ فرما کر پھر آیت کی تفسیر اور اس کے متعلقات نہایت سبب سے بیان فرماتے۔ تقریر میں وہابیہ کے عقائد کا رد اور اہل سنت کے عقائد کا اثبات ہوا کرتا تھا۔ لیکن انداز بیان ایسا نرالا اور اولہ استے قوی اور صحتیں اتنی واضح ہوتیں کہ مخالف موافق سب کو ان باتوں کو تسلیم کرنا پڑتا عموماً مقررین کی خاص تقریریں ہوتی ہیں جو انہوں نے یاد کی ہوتی ہیں اس کے اشارے کنارے بلکہ اٹھنا بیٹھنا تک انہوں نے مسنق کے ذریعہ سے ٹھیک کیا ہوتا ہے لیکن جہاں تک مجھے خیال ہے حضرت صدر الشریعہ کی کوئی تقریر رٹی ہوئی نہ تھی۔ بلکہ تقریر بھی ایک مستند دینی درس اور ایک باوقار خطبہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدائی جوانی میں ایک یا چند تقریریں یاد کی ہوں لیکن جہاں تک میرے سننے اور عام احباب کے سننے کا تعلق ہے۔ سب لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ آپ کے خطبے ہمیشہ سننے اور باتیں مومنانہ لائی ہوتی تھیں۔ البتہ درمیان میں احادیث مشہورہ اور تاریخی واقعات کی طرف اشارہ بھی ہوا کرتے تھے۔ میں نے بعض مرتبہ دیکھا ہے کہ حضرت کو اگر رات میں تقریر کرنی ہے تو دن کو دوپہر کے وقت بعد غذا یا کسی اور وقت نہایت گہری سوچ میں مشغول رہتے تھے اور کبھی کبھی کچھ آہستہ آہستہ زبان سے بھی فرما دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد تقریریں ہوتیں اور سماں بندھ جاتا۔

لطیفہ

حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین حضرت سلطان المشائخ خوجہ معین الدین چشتی اجیری علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر ہر سال محرم شریف کی مجلس

ہوئیں ان کی آخری تاریخ مجلسوں میں حضرت صدر الشریعہ کی دو تقریریں ہوا کرتی تھیں جن میں فلسفہ شہادت واقعات میدان کربلا بیان فرماتے تھے ان مجالس خیر میں دور دور سے لوگ شرکت کے لئے آتے حضرت امیر شریف سے آئے تو آپ کے بعد مولانا معین الدین صاحب امیری وہاں تقریریں کرتے تھے ایک دن ان کی تقریر ہو رہی تھی کہ چند اشخاص آپس میں بات کرنے لگے کہ یہاں تقریر تو مولانا احمد علی صاحب کے زمانہ میں ہوتی تھی اور مجمع اس وقت ہوتا تھا اور روش کا وہ زمانہ تھا اب تو دیکھو انکو بول رہا ہے سونا تھ بھجن وہابیہ دیوبندیہ کا خاص گڑھ ہے۔ وہاں کے لوگ حضرت صدر الشریعہ کی تقریروں کو بڑے ذوق و شوق سے سنتے اور حضرت کے وہ علوم اور باغث کلام سے بہت متاثر ہوتے بلکہ تقریر کے بعد آپ کی تقریر کو کہتے تھے کہ ہمارے بھی یہی عقائد ہیں حالانکہ ان کے عقائد کہ اس تقریر میں نہایت مدلل رد ہوا کرتا تھا۔ تقریر میں فضائل و مناقب پر انھار نہیں رہا کرتا تھا کہ لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے ساتھ نیک اعمال کا جذبہ ترقی پاتا رہے۔

تصنیف

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی سب سے مشہور تصنیف بہار شریعت ہے جس کے سترہ مطبوع حصے اہل سنت و جماعت میں متداول ہیں۔ یہ درحقیقت فقہ کا ”دائرۃ المعارف“ آن لائن کو پیڈیا ہے چونکہ عوام الناس کو فقہ کے معلومات کے بڑے ذخیرہ کی ضرورت تھی اور اس سلسلہ میں اردو کی اور چھوٹی چھوٹی کتابیں تھیں اور بہشتی زیور مولوی اشرف علی کی بھی اس زمانہ میں رائج ہونا شروع ہوئی تھی۔ جس میں عقائد اور غلط مسائل بے شمار تھے لہذا ایک ایسی کتاب کی ضرورت پڑی جو صحیح عقائد اور ٹھیک ٹھیک مسائل پر مشتمل ہو اس سلسلہ میں بہار شریعت کی تصنیف کا کام شروع کیا یہ کا۔ خان ۱۳۳۳ھ میں شروع کیا گیا۔ پہلے بہار شریعت حصہ دوم لکھی گئی۔ اس کے بعد حصہ اول لکھی گئی اور سلسلہ تالیف و تصنیف آخر عمر شریف تک جاری رہا۔ سترہواں حصہ عمر کے آخری حصہ ۱۳۶۳ھ میں تصنیف فرمایا۔ اس تصنیف و تالیف میں اتنا عرصہ اس لئے لگا

کہ سال بھر درس و تدریس افتاد وغیرہ سے فرصت نہیں ملتی۔ صرف رمضان المبارک کا زمانہ ایسا تھا جس میں یہ کام ہوتا خصوصاً اواخر رمضان استحکاف کی حالت میں حضرت کی مشغولیت یہی بہار شریعت کی تصنیف تھی یا عبادت قرآن مجید۔ جب ۱۳۶۲ھ رمضان المبارک کی ۲۲ تاریخ آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی اور بینائی بالکل زائل ہو گئی اس کے بعد سے تصنیف کا کام ختم کرنے پر مجبور ہوئے آنکھوں کا آپریشن خیر آباد شعلہ سینا پور کے اسپتال میں کر دیا مگر یہ آپریشن کامیاب نہ ہوا آنکھوں میں بخمیری روشنی عود کر آئی تھی جس کی وجہ سے دخلہ وغیرہ کر لیتے تھے۔ لیکن لکھنے پڑھنے کا کام نہ کر سکتے تھے۔ آپ کی دوسری بڑی تصنیف آپ کے فتاویٰ ہیں۔ جو اکناف و اطراف ہندوستان سے آیا کرتے تھے۔ یہ بھی بڑے پایہ کی تصنیف ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ تین جلدیں وہ ہیں جو محفوظ رہ گئیں درنہ پیشرفدائی یا تو کہیں نقل ہی نہ ہوئے یا کم ہو گئے اگر یہ فتاویٰ کسی زمانے میں زیور طبع سے آراستہ ہوئے تو نہایت مفید کتاب ہوگی۔ تیسری بڑی تصنیف حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی آثار امام ابو جعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ علیہ الرحمہ کی شرح ہے یہ شرح عربی میں ہے۔ بہار شریعت ص ۱۰۲ ج ۱ میں احمد بن محمد بن سلامہ از دی مصری۔

فرماتے ہیں ۸ محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلبہ خصوصاً عزیز مولوی حافظ بہمن الدین صاحب امرہ مولوی عزیز مولوی سید ظہیر احمد صاحب ٹیکٹو مولوی حافظ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی و عزیز مولوی محمد ظلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی آثار معروف بطحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکہ آرا حدیث کی جامع حواشی سے خالی تھی۔ استاد ناظم حضرت مولانا دس احمد صاحب محدث سورنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں تعلیقات تحریر فرمائے ہیں۔ وہ طالبہ کے لئے بالکل ناکافی ہیں مکمل اور مفصل حاشیہ کی اشد ضرورت تھی۔ اس تحشیہ کا کام سنہ مذکور میں تقریباً سات ماہ تک کیا۔ مگر مولوی عطاء اللہ علی کی علالت شدیدہ پھر ان کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا۔ جلد اول کا نصف بفضلہ تعالیٰ مجھے ہو چکا ہے

جس کے صفحات کی تعداد ہر ایک قلم ۲۵۰ ہیں اور ہر صفحہ پینتیس یا چھتیس سطروں پر مشتمل ہے اس عبارت سے حضرت کے فخر علی اور زود نویسی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ محض چھ مہینے میں ساڑھے چار سو صفحات لکھنے روزمرہ ڈھائی سو صفحہ ۳۶ سطریں پر مشتمل جس کے لئے اہمات کتب حدیث و رجال کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ تحریر فرماتے تھے۔ اس زمانہ تحریر میں یہ طلباء جواب علماء ہیں اکثر حضرت کے پاس رہا کرتے تھے۔ شب بیداری کی وجہ سے یہ سب بیمار ہو گئے تھے لیکن حضرت اسی طرح کام کرتے رہے۔

ایک زمانے میں جب بالتصویر قاعدے جاری ہوئے اور ان میں جالوروں کی تصویر کی وجہ سے اسلامی مدارس ایسے قاعدوں سے استفادہ حاصل نہ کر سکے تو مسلمان ویدار بچوں کے لئے آپ نے اسلامی قاعدہ نامی قاعدہ تصنیف فرمایا تھا۔ جس میں تصویریں تھیں۔ لیکن جاندار کوئی صورت نہ تھی۔ اور ترتیب ایسا نہیں رکھی تھی کہ اس قاعدہ سے تعلیم پانے والا بہت جلد اردو پر قادر ہو جاتا تھا۔ میں نے یہ قاعدہ پڑھنے کے بعد نورانی اردو کی دوسری کتاب پڑھی تھی۔ درمیان میں کوئی دوسرا قاعدہ یا کوئی اور کتاب نہ پڑھی۔ حضرت صدر الشریعہ کی تصنیف اور آپ کے فتاویٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ الفاظ سادہ و کش موثر سہل متفق کا دہرہ رکھتے ہیں۔ دقیق سے دقیق مسئلہ ایسا آسان لکھتے ہیں کہ کم فہم آدمی بھی باسانی سمجھ سکتا ہے حضرت کے خطوط میں بھی یہ خصوصیت نمایاں تھی کہ صرف ضروری باتوں پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ کوئی زائد بات کبھی نہ ہوتی۔ خطوط میں تاریخ دن اور مقام روداگی کے بیان کا خاص اہتمام ہوتا۔ ایک دن میرے بڑے بھائی مولانا مکیم ٹمس الہدی صاحب مرحوم کو ان کے بعض خطوط پر تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرا خط دیکھو کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں کہاں رہتا ہوں لیکن میرے خط میں ان تمام کی تصریح اس لئے ہوتی ہے کہ آسانی سے ہر شخص کو پوری بات معلوم ہو جائے۔ غالباً انہوں نے خط میں بعض ایسی ضروری فروگزاشت کر دی تھی۔ اگر کوئی شخص خط کا جواب نہ دیتا تو اس پر بہت اظہار جلال فرماتے اور فرماتے کہ اگر تم کسی سے کوئی بات کرو۔ اگر وہ تم کو جواب نہ

دے تو یہ بات تم کو کتنی ناگوار ہوگی اسی طرح سے اگر کسی خط کا جواب نہ دیا جائے تو اس کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔

یہ بات غالباً حافظ عبدالرؤف صاحب مدرس دارالعلوم اشرفیہ سے فرمائی تھی اور انہوں نے کسی خط کا جواب نہ دیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جس زمانے میں وہ بریلی شریف حضرت مفتی اعظم کے یہاں مقیم تھے۔ انہیں خطوط میں سے حضرت کا ایک خط ”مناظرہ و سنی و وہابیہ“ میں طبع ہوا ہے اس خط میں حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھو مدینہ کو دعوت شرکت اجلاس دی ہے اس زمانے میں گھوسی میں مناظرہ ہونے والا تھا۔ مناظرہ کی تاریخ غالباً ۵-۶ شوال تھی۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی اشرف علی یا ان کا کوئی وکیل اور سنیوں کی طرف سے حضرت حیدر الاسلام یا حضرت صدر الافاضل یا ان کے وکیل مناظرہ تھے۔ وہابیہ کے نہ آنے اور مناظرہ نہ کرنے کا حضرت کو یقین نہ تھا۔ اس شکست کے بعد جشن مسرت منانے کے لئے حضرت محدث صاحب قبلہ کو دعوت دی تھی اور اس میں تاریخ مناظرہ کی اطلاع اور وہابیہ کی شکست ہو جانے کا یقین اور شرکت جشن کی دعوت صرف تین سطر میں تھی یہ خط بھی ایک تحریری اور اتفاقی کرامت ہے۔ حضرت کا ارشاد حرف بحرف صادق ہوا اور وہابیہ مناظرہ میں نہ آ سکے بعد کے واقعات کے لئے روداد کی طرف توجہ فرمائیں۔

پھر بہار شریعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو عام کتب فقہ اردو و عربی و فارسی میں نہیں ہیں بہار شریعت میں مسائل کو پہلے قرآن پاک کی آیتوں سے ظاہر کیا گیا ہے پھر احادیث کریمہ سے اس کی تاکید و تنبیہ و تفصیل کی گئی ہے۔ اس کے بعد کتب فقہ سے اس کی مثالیں اور جزئیات کے ذخیرہ جمع کئے گئے ہیں۔ مسائل اس اہتمام سے اکٹھے کئے گئے ہیں کہ شاید وہابیہ کوئی ضروری مسئلہ جس کی ایک عالم کو تلاش ہو وہ اس میں نہ ملے۔ ہم نے بہت سے مفتیان کرام سے جو آج کل بڑے بڑے مسند افتا پر متمکن ہیں سنا ہے کہ بہار شریعت نے فتاویٰ کے بارے میں بہت سہولت پیدا کر دی پہلے مسئلہ بہار شریعت میں دیکھا پھر اصل کتاب نکال لی۔ لیکن عموماً یہ دکھا جاتا ہے کہ لوگ بہار شریعت

کا حوالہ نہیں دیتے یہ بات صرف حضرت مولانا مفتی صاحب اور صاحب مفتی پاکستان کراچی میں بالخصوص ہے کہ وہ اپنے فتاویٰ میں اکثر بہار شریعت کا حوالہ ضرور دیتے ہیں۔ یہ بات دیانت اور فقاہت اور تقویٰ کے بالکل مطابق ہے کہ اصل ماخذ و مرجع کا پتہ چلا رہے۔ اور پھر عوام و خواص میں بہار شریعت کا مستند ہونا مسلم ہو جائے اہل سنت میں بہت زمانے سے مسلم ہے۔ بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے سننے ہوئے ہیں سب نہیں بلکہ حرف بحرف سنے ہوئے ہیں اور ان میں جگہ جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اصلاح بھی ہوئی ہے اور ان حصوں میں آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تقریظات بھی موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد مآۃ حاضرہ نے ان الفاظ میں حضرت صدر الشریعہ کی تعریف فرمائی ہے۔ اعلیٰ فی اللہ ذی المجدد المجاہد والظہیر السلیم والفکر القویم والفضل والعلمی مولانا ابو نعیم مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالذہب والمشرّب دانلسبکینی اعظمی النع کہ تغیر یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہیں اور غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب میں داخل ہیں اور اعظم گڑھ سکونت رکھتے ہیں۔

یہاں یہ بات بتانے کے لائق ہے کہ اعظم گڑھ کی طرف نسبت اعظمی کے موجود بھی حضرت صدر الشریعہ ہیں ورنہ حضرت سے قبل لوگ اپنے کو اعظم گڑھی لکھا کرتے تھے۔ حضرت نے اس نسبت کو شہرت عطا فرمائی اور اب سب لوگ اپنے کو اعظمی کہتے اور بولنے لگے۔

بہار شریعت کے گوسترے حصے ہیں اور وہ قریب قریب کامل و اکمل کتاب ہے لیکن ابھی چند ابواب فقہ باقی رہ گئے جو بقول صدر الشریعہ تین حصوں پر مشتمل ہوں گے اور بہار شریعت اس لحاظ سے پوری مکمل نہ ہو سکی۔

تدریس

حضرت صدر الشریعہ کا یہ بہت بڑا مشغلہ تھا اور عمر کے آخری اوقات تک یہ کام کبھی

نہ چھوڑا۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ حضرت اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے تھے آج انکشاف ہندوستان و پاکستان میں جس طرف نظر اٹھا کر دیکھئے حضرت کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد تدریس و افتاء کے خدمات میں مشغول ہیں اس سلسلہ میں صدر الا فاضل علیہ الرحمہ کے تلامذہ اور ان کے شاگردوں کے شاگرد بھی ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ان دو روحانی فرزندوں نے مذہب اہل سنت کی بڑی خدمتیں کی ہیں۔

آپ کے سبق پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے طالب علم عبارت پڑھتا۔ اگر عبارت صحیح پڑھی فہما ورنہ عبارت کی تصحیح اور نحوی صرنی مسائل کی مشق اور تخریج بھی عبارت خوانی کے درمیان فرما دیتے جب عبارت ختم ہو جاتی تو ترجمہ بھی طالب علم ہی کو کرتا پڑا۔ ترجمہ اس طرح طالب علم سے کراتے کہ اردو زبان کی صحت اور اصل سے ترجمہ کی مطابقت اور معنی بخیری پوری طرح ہوتی لفظی ترجمہ یا سطحی ترجمہ سے ہی طالب علم کی استعداد اور اس کی تیاری کا علم ہو جاتا تھا۔

میرے ہم سبق احباب ہر جگہ عبارت پڑھنے کی کوشش کرتے لیکن حضرت کے سامنے عبارت پڑھنے کے اکثر احباب گھبراتے صرف چند ہی ایسے تھے جو پائل خواست اس کی جرات کرتے تھے۔ وہ بھی عموماً تیاری کے بعد۔ ترجمہ میں بعض الفاظ سے چڑھ تھی۔ مثلاً فی کا ترجمہ بیچ یا اندر کرنے سے منع فرماتے تھے کہ اندر اسم ہے۔ اور فی حرف ہے۔ حرف کا ترجمہ حرف سے اور اسم کا ترجمہ اسم سے ہونا چاہیے۔ لہذا فی کا ترجمہ میں سے کر دینا کا ترجمہ دینا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور اصل کا ترجمہ بھی کراتے تھے۔

لطیفہ

دادوں میں تفسیر بیضاوی شریف، نورانی تھی جس میں بھی شریک تھا اور مولانا وقار الدین صاحب، مولانا عبدالصطفی اعظمی، مولانا محمد طیل صاحب کچھ چھوٹی مولانا مصطفیٰ علی سنہلی وغیرہ تادمہ شریک تھے انہیں میں سے ایک دوست نے قالوا انجعل فیہا ہ

ترجمہ اس طرح کیا اور ٹانگہ لوگوں نے کہا اس پر حضرت خوب ہنسے اور فرمایا کہ یہ انگریزوں والی اردو ہوئی کہ ہند لوگ بہت پریشان کرتا ہے وہ صاحب بھی اس لطیفہ کو ذکر کر کے ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس حضرت کے سامنے آدمی بالکل مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

جب طالب علم مہارت اور ترجمہ سے فارغ ہو جاتا۔ اب حضرت اصل عبارت کی نہایت واضح اور نفیس تقریر فرماتے، تقریر بالکل دل میں منقوش ہو جاتی اور مشکل سے مشکل مقام ایسا علوم ہوتا کہ یہ کوئی دشوار مقام ہی نہیں۔ اگر کتاب بڑی اور فنی کی ہوتی تو مطلب بیان کرنے کے بعد اعتراض و جواب جو اس مقام پر ہوتے ان کی بھی تقریر فرماتے اور کبھی کبھی خود حاکم بھی فرمایا کرتے تھے خصوصاً تہذیبی مبارک میرزا زہر رسالہ میرزا زہر رسالہ امور عامہ اور خیالی و شمس باذغہ وغیرہ میں یہ باتیں اکثر ہوا کرتی تھیں..... اور کتاب چھوٹی ہوتی تو طالب علم کے استعداد کے مطابق عبارت کی توضیح و تقریر فرما کر بس کر دیتے۔ میں نے جب دارالعلوم معینیہ عثمانیہ الجبر شریف میں کافہ پڑھنا شروع کیا تو جو حضرت ہمارے استاد تھے انہوں نے کلمہ لفظ پر پوری تحریر سبب اور سوال باسولی بنا کر رکھ دی کافہ سے دیے ہی شروع ہی میں ہم لوگ مرعوب تھے اب جو یہ تقریر دل نا پذیر مانی تو ہوش اڑ گئے۔ حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ کافہ بالکل سمجھ میں نہیں آتی فرمایا اچھا ہم پڑھ جائیں گے نماز ظہر کے بعد میں اور سید مطہری صاحب الجہیری دونوں یہ کتاب حضرت سے پڑھنے لگے پہلے دن ایک صفحہ ابتدائی پڑھایا اور اس کے مطالب اور معانی واضح فرما دیئے صرف یہ بات کہ ہم اللہ کے بعد الحمد شریف کیوں نہ کہیں اس کے دو تین سیدھے سادے جواب دے کر سبق ختم کر دیا۔ میں نے حیرانی سے دریافت کیا کہ یہاں ہمارے استاد نے تو بہت سے اعتراض اور جواب بیان کئے فرمایا کہ یہ سب چیزیں شرح جای میں آئیں گی غرض آپ کا درس کلموا الناس علی قدر عقولہم اللہ تعالیٰ الذی یربی الناس بصغار العلم قبل کبارہ کا نمونہ تھا۔ یہی حال احادیث کبریٰ کی تعلیم میں ہوتا۔ ہر مقام پر ایک مختصر سی جامع و مانع وافی و شافی تقریر فرماتے، شکوک و

شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جاتے اور علم و یقین کا سورج مشرق قلب و دماغ پر جلوہ گر ہو جاتا۔

حضرت کے مدرسے کی یہ خصوصیت تھی کہ ہر علم و فن کو یکساں پڑھاتے، آپ کے کسی سبق میں کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کو اس فن میں مہارت اور اس علم میں ید طولیٰ حاصل نہیں حدیث، فقہ، اصول فقہ، معانی، بیان، بدیع، منطق، فلسفہ، نحو، صرف، حساب، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، طب و حکمت، اصول حدیث، غرض تمام علوم درس نظامی میں یکساں مہارت تھی اور یہ سب یا ان کے اکثر میں نے خود حضرت صدر الشریعہ سے حاصل کئے ہیں ایک بخاری صاحب قسطنطنیہ سے شرح مصالح خرید کر لائے تھے اور کہتے تھے کہ میں سارے ملکوں میں محوم آیا کوئی اس کتاب کو پڑھانے کی جانی نہیں بھرتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ یہ کتاب مجھے مطالعہ کے لئے دے دیا کریں تو میں آپ کو یہ کتاب پڑھا دوں گا چنانچہ وہ رات کو یہ کتاب حضرت کو دے جاتے اور جب مدرسہ کا وقت ۱۲ بجے ایک بجے فتم ہو جاتا اور سارے مدرسین چلے جاتے تو یہ سبق شروع ہوا کرتا تھا اکثر ہم لوگ بیٹھے نظارہ بھی کیا کرتے تھے اور کبھی قریب بیٹھ کر بھی سنا کرتے تھے وہ بخاری صاحب اردو زبان سے نا آشنا تھے حضرت ان کے لئے فارسی میں تقریر فرمایا کرتے تھے غرض تقریباً ایک سال میں یہ کتاب انہوں نے ختم کی۔

اسی طرح حواشی قیدہ و جدیدہ جو غیر مطبوع ہیں مولانا غلام جیلانی صاحب ومولانا سردار احمد صاحب ومولانا رفاقت حسین صاحب وغیرہ کو بریلی شریف سے واپس آنے کے بعد پڑھایا کرتے آج کل کے علماء ان کتابوں کے نام سے بھی واقف نہیں مضامین کا کیا پتہ ہوگا۔

حضرت کے سب سے آخری شاگرد دو تھے۔ ایک میری بہن سیدہ اور دوسرے سبحان اللہ ان دونوں کو حضرت نے مشکوٰۃ و تفسیر جلالین تک پڑھایا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر میری زندگی رہے گی تو سیدہ کو بخاری مسلم شریف تک پڑھاؤں گا لیکن تفسیر جلالین پڑھانے ہی کے زمانے میں ہی حضرت کا وصال ہو گیا۔ اس وقت سیدہ ابھی بچی تھی اور

جوان نہ ہوئی تھی۔ ہاں آخری شاگردوں میں والدہ صاحبہ کا شمار بھی ہو سکتا ہے۔ صاحب نے ان کو بھی ابتدائی نحو صرف تک کی تعلیم دی تھی۔ شروع میں یہ صرف اردو خواں تھیں۔ لیکن حضرت نے فارسی اور ابتدائی عربی تک ان کو تعلیم دے دی تھی۔ جس زمانے میں کہ آنکھیں کام نہ دیتیں تھیں باہر سے آنے والے تمام خطوط وہی سنایا کرتی تھیں اور جواب مولوی سبحان اللہ صاحب لکھا کرتے تھے۔

آپ کے درس میں ہندی و پاکستانی، بنگالی، سندھی، مدراسی، بلچی، بخاری، سرقدری، بنگالی، افغانی، ترکی، افریقی، ایرانی حاضر ہوتے، فرض ہر سال کے طلباء نے آپ سے استفادہ کیا اور علاقے میں آپ کے تلامذہ پائے جاتے ہیں۔

افقا

یہ کام بھی حضرت نے آخر عمر تک کیا اور اس کام میں بہت مہارت حضرت کو تھی۔ اس مہارت اور بالغ نظری کو خوش بخت مجدد مآقا حاضرہ نے سراہا ہے۔ فرماتے ہیں آپ یہاں کے موجودین میں تھکے جس کا نام ہے وہ (حضرت صدر الشریعہ) مولانا مولوی امجد علی صاحب میں سب سے زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استغنائے ہیں اور جو جواب میں دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخلاص طرز سے واقف ہو چکے ہیں۔ (المطلع ص ۴۲ ج ۱) امیر شریف میں ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک فتویٰ لایا تھا۔ جس میں مجدد فطیس کے بارے میں سوال تھا۔ آپ اس زمانے میں بہت سخت علیل تھے حالت کی وجہ سے آپ نے فتویٰ نہ لکھا اس قسم کا ایک فتویٰ مولانا معین الدین صاحب امیری سے دریافت کیا گیا تھا انہوں نے جو جواب دیا وہ اسی زمانے میں شائع ہو چکا تھا۔ آپ سے جواب کا تقاضا کیا گیا تو آپ نے اپنی تھابت کے زمانے میں ہی جواب دیا۔

تلامذہ

حضرت کے شاگرد بہت سے ہیں اور بہت سے وصال فرما چکے پرانے شاگردوں

میں مولانا عبدالکریم صاحب چٹوڑی مرحوم، مولانا عبدالحمید صاحب اور مولانا محمد یحییٰ صاحب بلیدی، مولانا عبدالعظیم صاحب بلیدی اور مولانا نور محمد صاحب اعظمی اور ان کے علاوہ سیکڑوں علماء و فقہاء تھے۔ ہمارے زمانے میں خاص خاص چند نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا سرشار احمد صاحب شیخ الحدیث و الشیخ بانی جامعہ رضویہ الہٰل پور سابق خادم مدرسہ جامعہ رضویہ بریلی شریف صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین میرٹھ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رئیس اعظم کنگ صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب (حیرے برادر عم زاد) رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف حضرت مولانا مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری حضرت مولانا غلام یاسین صاحب پورنوی، مولانا مفتی غلام قادر صاحب پورنوی، مولانا شمس الدین صاحب جوینوری، مولانا عبدالعظیم صاحب اعظمی صدر المدرسین دارالعلوم شاد عالم احمد آباد اور ان کے برادر مولانا ولی الہی صاحب حال مدرس انوار العلوم ملتان، مولانا نور محمد صاحب چٹوڑی، مولانا عزمیہاں صاحب، مولانا تقدس علی خاں صاحب مولانا ابراہیم صاحب، مولانا اکاڑ ولی خان صاحب، مولانا قاشی شمس الدین صاحب صدر مدرسین مدرسہ اہل سنت ٹاڈہ ضلع فیض آباد مولانا سلیمان صاحب بھگل پوری، مولانا قاری اسرار الحق صاحب مولوی سبحان اللہ صاحب ے مولانا مختار الحق صاحب خطیب جامع ٹوبہ ضلع الہٰل پور مولانا حامد صاحب فیض آباد مولانا عزیز صاحب ڈیرہ اسماعیلی، مولانا نور الحق صاحب پورنوی، مولانا قاری عبدالجلیل صاحب مرحوم آلہ آبادی، مولانا محراب دین صاحب پشاور، شمس کی حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب مولانا محمد الیاس صاحب سیالکوٹی، مولانا عبدالعلیم صاحب بخاری، مولانا سید ظہیر احمد صاحب علی گڑھی، مولانا محمد مبین صاحب امرہوی، مولانا فیض الحسن صاحب پھوٹہوی، مولانا محمد سلیمان صاحب سلیمانی، مولانا محمد علی صاحب امیری ازہری، مولانا محمد یحییٰ مرحوم صاحبزادہ حضرت قبلہ

مولانا غلام آسی صاحب بلیاوی، مولانا غلام محی الدین صاحب مرحوم بلیاوی مولانا مصطفیٰ علی صاحب سبھل صاحبزادہ مولانا عطاء الدین صاحب مرحوم الی آخرہ للتعرف عندہ حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب مرحوم صاحبزادہ اکبر۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء ہیں جو براہ راست حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد ہیں جن کا تذکرہ ضمیمہ پہلے گزر چکا ہے اور بہت سے افراد تو حیطہ تحریر میں بھی نہیں آ سکتے۔ حضرت نے بہت ہی ابتدائی جوانی سے تعلیم دینا شروع کیا اور آخر عمر تک درس ہی دیتے رہے اور آپ کے علاوہ اکثر اہل علم و فضل ہوئے اور یا یہ لوگ مفتی ہوئے یا مدرس و مبلغ، ذالک فضل اللہ یوتین بیشا۔

تاریخ وصال حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ

ان الطہین فی جنت دیون

۲۷ ۱۳ ہجری

بموقع چہلم

قطعہ

سلاوی جا بجا ارض و سادی

سہ و خورشید پیشانی جھکاریں

ترے خدام اے صدر شریعت

جہر جائیں فرشتے پر جھکا دیں

از: شاعر شرق شنیں جو پوری

حیات حضرت صدر الافاضل قدس سرہ

از: مولانا حکیم محمد نذیر الاکرم صاحب نسبی مراد آبادی

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل سنت۔

حضرت صدر الافاضل فخر الامثل استاذ العلماء مرجع المصنوع امام المتأخرین رئیس المومنین مولانا الحاج حافظ قاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی دنیا سے اسلام کی ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں ہے جنہیں ملت اسلامیہ کا ستون اور دین حق کا امام کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا آپ کے حالات زندگی تفصیلی طور پر بیان کرنے کے لئے تو ایک ضخیم کتاب درکار ہے مگر چونکہ میرے محترم دوست حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی نے ”پاسان“ کے مجدد نمبر میں شائع کرنے کے لئے حضرت قدس سرہ کے حالات زندگی پر ایک مضمون طلب فرمایا تھا اس لئے اس اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس وقت صرف اجمالی حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

فقیر محمد نذیر الاکرم عفی عنہ

دلائل

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز کا تاریخی نام ”غلام مصطفیٰ“ ہے آپ ایک عالی نسب اور اعلیٰ خاندان سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور اجداد گرامی حضرت مولانا معین الدین صاحب زہمت ابن مولانا امین الدین صاحب راجح ابن مولانا کریم الدین صاحب آرزو اپنے اپنے دور میں فارسی اور اردو ادب کے استاد و امام مانے گئے ہیں۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب زہمت کے کئی فرزند حافظ ہو کر بچپن ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ اس لئے آپ کے والد ماجد نے یہ نذر مانی تھی کہ

اب اگر مولا تھاکر و تعالیٰ فرزند عطا فرمائے تو اسے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا اگر مگر کہ جہاد ہوا تو اسے ساتھ لے کر میدان جہاد میں سرفروشی کروں گا۔ مولا تھاکر و تعالیٰ نے ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ کو یہ فرزند سعید عطا فرمایا۔

ابتدائی تعلیم

حسب بذر عقیدت تعلیم کی ابتدا حفظ قرآن کریم سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ذہن رسا عطا فرمایا تھا اور وہ قوت حافظہ بخشی تھی کہ آٹھ سال کی عمر میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا اور آخر عمر شریف تک برابر تراویح میں ختم قرآن کریم فرماتے رہے۔ لوگوں کی عقیدت و گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ کثرت جماعت کی وجہ سے لوگوں کو جگہ نہ ملتی تھی۔

اردو اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی اور عربی تعلیم میں ملا حسن تک کتابیں جامع مقبول و مقبول حضرت مولانا مولوی شاہ فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں آپ کی ذہانت و تقاضات کا عام شہرہ تھا اسی بناء پر استاد معظم بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔

تکمیل علوم عربیہ

ملاحسن جب قسم ہوئی تو حضرت مولانا مولوی شاہ فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اپنے ہمراہ لے کر صاحب کشف و کرامات جامع معقولات و مقولات امام العلماء حضرت مولانا مولوی شاہ سید گل محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی جودت ذہن اور طبع زسا کا بیان فرما کر حضرت کو اپنی شاگردی میں قبول فرمانے کی درخواست کی چنانچہ بقیہ درس نظامی اور دورہ حدیث وغیرہ حضرت مولانا مکی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پورا کیا غرض اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ و طب و یونانی وغیرہ کی تکمیل کر لی۔ دو سال مزید استاذ معظم کی خدمت میں رہ کر روایات کئی اور افتاء نویسی کی اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ ۱۳۲۰ھ میں نہایت شان و شوکت

کے ساتھ دستار فضیلت سے سرفرازی ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے اس پر یہ قطع تاریخ تحریر فرمایا۔

ہے میرے پسر کو طلبہ پرودہ فضیلت

سیاروں میں رکھتا ہے جو مرغ فضیلت

نزدہت تعلیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے

دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ

دوران تعلیم ہی میں آپ نے بہت سے مناظرے فرمائے۔ طبیعت کی جودت ذہن کی بدولت مخالف کو ساکت کرنے میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ ایک آریہ باہر سے کسی عہدہ پر تبدیل ہو کر مراد آباد آیا۔ اور اس نے محلہ گلشید کے قبرستان کے قریب کبرایہ پر مکان لیا اور مسلمانوں کو اس طرح پریشان کرنا شروع کیا کہ جو مسلمان قبرستان میں فاتحہ پڑھنے جاتا وہ اسے بلاتا اور کہتا کہ مرنے کے بعد روح تو دوسرے قالب میں منتقل ہوئی یہاں کیا رکھا ہے جو تم کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے ہو۔

مسلمان اپنے دین سے ناواقف کوئی اس کی بات سن کر بغیر جواب دیئے چلا آتا کوئی کچھ جواب دیتا تو وہ اسے منطقی بحث میں الجھا کر خاموش کر دیتا۔ بلا خرہ لوگوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بیان کئے اور کہا کہ ہم مدرسہ شاہی میں گئے تھے کہ کسی عالم کو بھیج کر اس کی زبان بند کر دی جائے مگر وہاں کوئی صاحب تیار نہ ہوئے آخر ایسے دینی مدارس کس کام کے جو کفار کو جواب نہ دے سکیں اور مسلمان اپنا سامانہ لے کر چلے آئیں۔

حالاںکہ یہ حضرت کی تحصیل علم کا زمانہ تھا مگر فرمایا کہ چلو میں چلا ہوں۔ حضرت نے ان کے ساتھ جا کر قبرستان میں فاتحہ پڑھی اس آریہ نے حسب عادت آپ کو بھی بلایا حضرت اس کے مکان پر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ وہ مسلمان بھی تھے جو اس کی گفتگو کا جواب نہ دے سکے تھے اس نے حسب عادت اعتراض کیا۔ حضرت نے

جواب دیا اس نے روح کے حدوث و قدم کی بحث چھیڑ دی، مجدد تعالیٰ حضرت نے اپنے دلائل قاہرہ قائم فرمائے کہ وہ آریہ ساکت والا جواب رہ گیا اور اس نے ہمید کیا کہ اب کسی مسلمان کو نہ چھیڑے گا۔

دوبار اعلیٰ حضرت کی حاضری

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مانت حاضرہ قدس سرہ العزیز کی خدمت القدس میں حاضری بھی عجیب طریقہ سے ہوئی محمد ادریس نامی ایک دیوبندی مولوی راجپوتانہ کا رہنے والا بہت زبان و راز تھا، اس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف ایک مضمون اخبار "نظام الملک" میں شائع کیا۔

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے جب وہ مضمون پڑھا تو اسی دن اس کا جواب تحریر فرما کر اخبار "نظام الملک" کو اشاعت کے لئے بھیج دیا۔ مالک اخبار وہابیت کی طرف مائل تھے اس کے شائع کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ اس سے تو تمہارے اخبار کی اشاعت بڑھے گی۔ سلسلہ مضمون دیکھنے کے لئے سنی اور وہابی دونوں ہی تمہارا اخبار خریدیں گے تو اس طمع دنیا کی وجہ سے انہوں نے وہ مضمون شائع کیا۔ مولوی ادریس نے اس کا جواب دیا حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے پھر اس کا جواب دیا۔ بحثوں یہی سلسلہ سوال و جواب جاری رہا۔

بعض مقامات کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں خط لکھے کہ آپ کے جو مضامین اخبار "نظام الملک" میں شائع ہو رہے ہیں ہمیں بھیج دیئے جائیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ خطوط دیکھ کر تعجب ہوا کہ میں نے تو "اخبار نظام الملک" کو کوئی مضمون نہیں بھیجا، لہذا دفتر نظام الملک سے اخبار کے پرچے طلب فرمائے جب مضمون دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور طریقہ استدلال کو بہت پسند فرمایا۔ علامہ اشرف صاحب مرحوم مراد آبادی جو اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تھے خط بھیج کر انہیں طلب فرمایا اور ان سے دریافت کیا کہ اخبار "نظام الملک" میں یہ کس کے مضامین شائع ہو رہے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ایک فاضل تو جوان مولانا محمد نعیم الدین صاحب کے

ہیں تو فرمایا کہ آپ انہیں کبھی یہاں نہ لائے۔

چنانچہ اس کے بعد علامہ اشرف صاحب مرحوم مغفور حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کو بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز بڑی شفقت و محبت کے ساتھ ملے۔ اس کے بعد آمد و رفت کا ایسا سلسلہ جاری ہوا کہ شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا جاتا ہو کہ حضرت صدر الافاضل اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوتے ہوں اور اگر کبھی ملاقات ہوئے زیادہ دن گزر جاتے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ بے چین ہو جاتے اور آدمی یا خط بھیج کر حضرت کو بلواتے۔

۱۳۳۰ھ میں حضرت مولانا صدر الافاضل کے استاد معظم حضرت مولانا گل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ تاریخ تحریر فرمائی۔

لکھن ضلال النحد قلة ذلته

بموت محمد گل و غیبة هیبتہ

فموت هذه الدين في الدين للمة

كما في حديث لا امداد لللمة

مريد مراد ابدانا لو مرادهم

ولكن مضت للدين وعدة نصرته

فلا تفرحوا يا بور موتوا بغيظكم

فليس اله الحق مخلف وعده

اليس نعیم الدين عضه حلقكم

بيد دشمل الضالین بصولته

مضى الورد ابقی الله ذالذ هرباسما

ودام نعیم الدين غضا بزهرة

يقول الرضا في عام رحلة حبه

رواح محمد گل بیستان جنتہ

اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عین الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال پر مندرجہ ذیل اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمائے۔

یک شہادت وفات و رمضان روز جمعہ شہادت و دگر است
مرض تپ شہادت سوی بہر ہر سہ شہادتے خبر است
در مزارست چشم دائے عینے پے دیدار یار منتظر است
مردہ ہر گز نے عین الدین کہ ترا چون عینم دیں پیر است

حضرت مولانا عین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں بعد وفات کھلی رہیں ہر چند بند کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ بند نہ ہوئیں۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی بڑی ہشیرہ صاحب نے حضرت سے فرمایا کہ بھائی آنکھیں بند کرنے کی کوشش نہ کرو۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اپنی حیات مبارکہ میں خود ہی فرما گئے ہیں۔

کھلی ہیں آنکھیں جو بعد مردن کسی کے میں انتظار میں ہوں

یہ کون آتا ہے آنے والا کہ منتظر میں مزار میں ہوں

اسی کی طرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے بھی اپنے شعر میں ارشاد فرمایا ہے

کہ

در مزار ست چشم دائے عینے

پے دیدار یار منتظر است

غرض اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ کی ذات پر ایسا اعتماد اور بھروسہ تھا کہ بغیر حضرت کے مشورہ کے کوئی کام نہ فرماتے تھے۔ اگر کہیں مناظرہ کی ضرورت پیش آتی تو حضرت ہی کو وہاں بھیجتے اور کوئی کام ہوتا تو حضرت ہی کے سپرد فرماتے۔ نجیب آباد ضلع بجنور میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے چیلنج مناظرہ دے دیا۔ وہاں کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کو اطلاع دی اعلیٰ حضرت نے فوراً حضرت کو وہاں بھیج دیا۔ مولوی اشرف علی صاحب حضرت کا نام سنتے ہی چپکے سے فرار ہو گئے۔ اسی طرح بھاگل پور میں وہابیہ نے شراکیزی کی اور مولوی محمد علی صاحب مونگیری کو بلوایا جو

مدرسہ صولیہ مکہ معظمہ میں بیس سال تک مدرس رہے تھے اور انہیں یہ گھنڈ تھا کہ ان کی مثل ہندوستان میں کوئی عربی نہیں بول سکتا۔ انہوں نے اپنے اسی زعم کی بنا پر اہل سنت کو یہ چیلنج دیا کہ اہل سنت میں جو چاہے مجھ سے عربی زبان میں مناظرہ کر لے۔ وہاں کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کو تار دیا۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہما کو وہاں بھیج دیا۔

حضرت صدر الافاضل نے وہاں پہنچتے ہی جواب دیا کہ وہابیہ کی یہ شرط کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا ہمیں منظور ہے لیکن اسی کے ساتھ دوشتریں ہماری طرف سے بھی ہیں۔ مناظرہ عربی میں ہوگا، مظلوم ہوگا، غیر محفوظ ہوگا۔

یہ سنتے ہی مولوی محمد صاحب اور تمام وہابیہ پر موت طاری ہو گئی اور وہ غائب و خاسر ہو کر وہاں سے بھاگے۔ اہل سنت نے فتح و ظفر کا جلسہ منعقد کیا جس میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے نہایت فصیح و بلیغ اور برجستہ تقریر فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کو مناظرہ میں ایسا ملکہ تامہ عطا فرمایا تھا کہ مخالف و موافق میں آن کئی بول اٹھتا تھا۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو مناظرہ عیسائیوں سے مناظرہ کی مہارت رکھتے ہیں وہ آریوں سے مناظرہ نہیں کر سکتے جو آریوں سے مناظرہ میں ماہر ہوتے ہیں وہ قادیانیوں وہابیوں وغیرہم سے مناظرہ نہیں کر سکتے لیکن یہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ ہی کی خصوصیت تھی کہ اگر عیسائیوں کا کوئی مایہ ناز مناظرہ سامنے آیا تو تھوڑی ہی دیر میں لا جواب ہو گیا۔ آریوں کا بڑے سے بڑا مناظرہ مقابلہ پر آیا تو دم زدن میں خاموش ہو کر فرار ہوا۔ وہابیوں غیر مقلدوں قادیانیوں وغیرہم کو تو کبھی مقابلہ پر آنے کی جرات ہی نہ ہوتی ہمیشہ نام سن کر ہی بھاگ گئے۔

ایک مرتبہ بریلی شریف میں آریوں کے مشہور و مایہ ناز آپ مناظرہ پنڈت رام چندر نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کو تار دے کر بلایا۔ حضرت نے پنڈت رام چندر سے مناظرہ کیا اور بہت تھوڑے وقت میں ساکت

ولا جواب کر دیا۔

تقریر

اسی طرح آپ کی تقریر بھی اگرچہ اس میں اشعار وغیرہ کی رنگینی نہیں ہوتی تھی لیکن دلکشی اور جاذبیت کا یہ عالم تھا کہ تقریر کا ایک جملہ بھی چھوڑنے کو کسی کا دل گوارا نہیں کرتا تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ علم و عرفان کی بارش پوری ہے فیض کا دریا موجوں مار رہا ہے آیات کریمہ و احادیث شریفہ سے فضائل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ایسے نکات استنباط فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء و فکرمندان جگہ رہ جاتے تھے۔ ایک ایک آیت پر ہر مرتبہ نیا ہی مضمون نیا ہی بیان ہوتا تھا آپ کی تقریر کے بعد سامعین کو کسی دوسرے مقرر کی تقریر پسند نہیں آتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جلسوں میں حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریر بالعموم سب سے آخر میں رکھی جاتی تھی۔ جس موضوع پر تقریر فرماتے تھے حقائق و اسرار کے دریا بہا دیتے تھے۔ ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا ہوا چلا جاتا تھا اسی لئے ہر جگہ لوگ آپ کی تقریر سننے کے لئے اس طرح مشتاق اور بیتاب رہتے تھے جس طرح پیاسا پانی کے لئے حضرت کی تقریر بڑے بڑے مقررین کے لئے ایک ماخذ ہوتی تھی۔ غرض ہر علم و فن میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ فلسفہ و منطق کے ادق اور روشناس ترین عقیدوں کو اشاروں میں ص کر دینا، شریعت و طریقت کے پیچیدہ مسائل کو آسانی سے سلجھا دینا آپ کی ایک معمولی بات تھی خائفین بھی آپ کی قابلیت کا لوہا مانے ہوئے تھے اور پر زور الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے تھے۔

پہلا سفر حج

۱۳۵۳ھ میں پہلا سفر حج فرمایا جس میں سلطان المشائخ قطب دوراں فرزند غوث اعظم حضرت شاہ اشرفی میاں صاحب کچھوچھوی قدس سرہ اور حضرت محدث اعظم ہند دامت برکاتہم اور ملک کے دیگر مشائخ و اکابر علماء و فضلاء اور کثیر تعداد میں متوسلین و محققین نیز راقم الحروف کے والد ماجد اور ان کے عم کرم وغیرہم بھی شریک سفر تھے فقیر

راقم الحروف کو بھی نعلین برداری کا شرف حاصل تھا۔ کلکتہ کی بندرگاہ سے یہ قافلہ روانہ ہوا تھا۔

عقیدہ متقدموں کا تار حکومت سعودیہ کے نام

آغاز سفر سے پہلے صوبہ بنگال کے بعض ذمہ دار حضرات نے حکومت سعودیہ کو یہ تار دیا تھا کہ ہندوستان کے اکابر و مشائخ کی ایک جماعت مفرج کے لئے آ رہی ہے جن کے عقائد تمہارے عقائد کے خلاف ہیں اور جو تمہارے پاپاک عقائد کی بنا پر تمہیں خارج از اسلام جانتے ہیں وہ اپنی غازیں بھی تمہاری جماعت سے الگ پڑھیں گے۔ دیگر ارکان حج بھی تمہارے تابع ہو کر نہ ادا کریں گے اس لئے حکومت سعودیہ ان کے بارے میں اپنا رویہ واضح کرے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گی اور کس طرح پیش آئے گی۔

چنانچہ اس کے جواب میں حکومت سعودیہ کے تار کی ایک نقل بہار ہی میں حضرت کو موصول ہوئی جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ حکومت سعودیہ کو کچھ ذمہ دار حضرات کی طرف سے مندرجہ بالا مضمون کا تار موصول ہوا ہے اس کا جواب ان کے پاس بھیج دیا گیا ہے ایک نقل آپ کو بھی بھیجی جا رہی ہے آپ شوق سے بتقریب لائیں نماز اور دیگر ارکان وغیرہ آپ جس طرح چاہیں ادا کریں حکومت سعودیہ اس میں آپ سے کوئی مداخلت نہ کرے گی بلکہ حکومت سعودیہ یہ خواہش رکھتی ہے کہ آپ اس کے ہی زہمان رہیں حکومت آپ کو سواری کے لئے موٹریں بھی دے گی قیام وغیرہ کے انتظامات نہ کرے گی حضرت نے اس کے جواب میں یہ تار دیا کہ ہم فقیر لوگ ہیں حکومت کی مہمانی ہمارے لئے کسی طرح لائق و مناسب نہیں بس اتنی مہربانی کافی ہے کہ حکومت سعودیہ ہمارے کام میں مداخلت نہ کرے۔ باوجود اس کے بھی ساحل جدہ پر حکومت سعودیہ کے کئی نمائندوں نے اس امر کی مزید کوشش کی کہ حضرت کی طرح حکومت سعودیہ کا مہمان بننا منظور فرمائیں لیکن حضرت نے اسے کسی طرح قبول نہ فرمایا۔

نجدی سپاہی کے مظالم

اس سفر مبارک کے تفصیلی حالات بیان کرنے کے لئے ایک مبسوط سفر نامہ چاہیے یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ (ماہنامہ اللہ عن شہر الاعداء) کے دوران قیام میں ملاحظہ فرمایا کہ نجدی و روضہ اطہر کی طرف پشت کر کے بلکہ اس کی مقدس جالیوں سے ٹکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں جب کوئی عقیدت مند زائر جذبہ محبت میں سرشار ہو کر چالی شریف کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں اور عورت کے سینہ پر ہاتھ مار کر پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔

حضرت نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو دربار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ان کی یہ گستاخی برداشت نہ ہوئی فوراً نجدی سپاہیوں کو حرجی زبان میں ڈانٹا اور فرمایا ایک تو نامحرم عورت کو ہاتھ لگاتا ویسے ہی حرام ہے اور پھر دربار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تو اشد ترین حرام ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بقصد شہوت ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ شہوت یا بغیر شہوت کی اس میں قید نہیں ہے۔ نجدی سپاہی حضرت کے طعنے کے تیز دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے اطلاع دے کر قاضی شہر اور کوٹوال کو طلب کر لیا۔ حضرت نے ان سے بھی یہی کہا۔ کچھ دیر مباحثہ رہا۔ مصر و ترکی شام و عراق وغیرہ کے بہت سے حضرات یہ منظر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ بلاخر اس قاضی کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ غلطی ہے اور اس نے حضرت سے معافی مانگی۔ چنانچہ جب تک یہ مبارک قافلہ وہاں حاضر رہا، نجدی سپاہیوں کو اس گستاخی کی ہزات نہ ہوئی۔ حضرت کے علم و فضل کا شہرہ سن کر غیر محاکک کے اکابر علماء و فضلاء ملاقات کے لئے آتے رہے غرض یہ سب بڑا ہی نورانی اور اپنی نوعیت کا عجیب و غریب سفر رہا۔

جوش تبلیغ

اہل سنت کے مختلف طبقات کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے اور ان میں اتفاق

و اتحاد پیدا کرنے اور مسلمانوں کو ایک مرکز پر لانے کا ایک سچا جذبہ آپ کے قلب مبارک میں تھا اس کے لئے آپ نے بڑی بڑی کوششیں کیں دن رات سفر فرمائے تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کیں ہر طرح کا ایثار و قربانیاں کیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدمہ میں ایسی کامیابی عطا فرمائی کہ دنیا دگر رہ گئی۔

اپریل ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا عظیم الشان تاریخی اجلاس بنارس میں منعقد ہوا۔ یہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی شخصیت ہی کا اثر تھا کہ اس اجلاس میں غیر منقسم ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے تمام اکابر علماء و مشائخ و رہبران دین و ملت حضرت کی دعوت پر ایک کھمبہ کر تشریف فرما ہو گئے۔ یہ امید ہو گئی تھی کہ اب ملت اسلامیہ کا شیرازہ مزید اشتکار سے بچ جائے گا اور تمام مسلمانان اہل سنت ایک مرکز پر جمع ہو جائیں گے۔

وفات

مکرر مشیت ایزدی میں کسی کو کیا دخل کہ ہنوز یہ مقصد عظیم پوری طرح تکمیل بھی نہ پا سکا تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو ۶۷ سال کی عمر شریف میں وصال فرمایا۔ اللہ اعلم وانا الیہ واجعون۔

حضرت قدس سرہ العزیز کی ایک نہ سننے والی یادگار ایک دارالعلوم (عربی یونیورسٹی) ہے جو جامعہ فیضیہ کے نام سے مشہور ہے جس کے فیض یافتگان سے ملک کا گوشہ گوشہ فیض پا رہا ہے اور جو نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی دین و ملت کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت کی کثیر تصانیف سے بھی فیض کے دریا جاری ہیں۔

حضرت سیدی صدر الافاضل قدس سرہ العزیز کی تالیفات حضرت نے استخراج فرمائی لیکن ان میں محرم جناب ہوا۔ تشہیدی کے مجموعہ توارخ کا مقام سب سے بلند۔

تاریخ وفات مجمع کمال

۱۹۳۸ء

صدر الافاضل زماں غلام میں پاتے ہیں سکون
سال وفات نکھوں فی الغرفات آمنون

۱۹۳۸ء

سب بے سرو پا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم
اے قادری خستہ دل تاریخ رلت کر رقم
فضل و سخاوت و ہدئی علم و دیا عدل و کرم
ش خ ش د ل ی د ر

۸۰۰ ۶۰۰ ۳۰۰ ۳۰ ۱۰ ۳ ۲۰۰

۱۹۳۸ء

ہیں رونما اب درد غم قہر و جھارنج و ستم
د ر خ ر س

۳ ۱۰۰۰ ۳ ۲۰۰ ۶۰

۱۳۶۷ھ

رضی عنہ اللہ الملک الوہاب

۱۳۶۷ھ

اعنی موت العالم موت العالم

۱۳۶۷ھ

تاریخ از کلام مجید

۱۳۶۷ھ

ان المتقین فی جنات و عیون

۱۳۶۷ھ

صدر الافاضل والا جاہ مولانا مولوی حکیم الدین صاحب

۱۹۳۸ء

فات من الدہر صدر الافاضل کان صفیا و صار رفیا
قادری ارشت فوت نعیم عاش تقیا و مات ذکیا

۱۳۶۷ھ

تمنا

از: صدر الافاضل قدس سرہ

شب غم بھی آخر بسر ہو گئی ترپتے ترپتے سحر ہو گئی
مرے درد دل کی خیر ہو گئی جو چشم کرامت ادھر ہو گئی
مدینے کا دیدار مشکل نہیں نگاہ عنایت اگر ہو گئی
دیار نبی میں گزر ہو گئی یہ تقدیر کس اوج پر ہو گئی
لئے قلب مضطرب مدینہ میں پہنچا تسلی زمیں چوم کر ہو گئی
نگاہیں فدا روضہ پاک پر جہیں عاشق سگ در ہو گئی
مواجه میں عرض صلوة و سلام مری آہرد اس قدر ہو گئی
میر ہوا یوسف سگ در یہ عزت حزی نامہ بر ہو گئی
غلوں میں مری اک اضافہ ہوا دوا درد کی درد سر ہو گئی
غم عشق تھا دل کے اندر نہاں مری پردہ در چشم تر ہو گئی

نعیم خطا کار یہ کرم

شفاعت نبی کی سپر ہو گئی

خطیب مشرق مولانا علامہ مشتاق احمد نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ

(مدیر "پاسان" اللہ آباد بھارت)

از علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری مدظلہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

محترم و مکرم جناب مولانا انوار احمد صاحب زید محمدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے ذریعے یہ جان کر سخت صدمہ ہوا کہ پاسان سنیہ خطیب مشرق حضرت مولانا علامہ مشتاق احمد نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ رحلت فرما گئے ہیں۔ اہل اللہ تعالیٰ وانا الیہ راجعون۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اساتذہ اور طلبہ نے اجتماعی طور پر حضرت کے لئے ایصالِ ثواب کیا۔ راقم نے جامع مسجد عمر روڈ لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ان کے درجات کی ترقی کیلئے دعا کی اور ایصالِ ثواب کیا۔

مولائے کریم جل جہدہ نے انہیں زبان و قلم پر پورا کنٹرول عطا کیا تھا اسی لئے خطابت کا سبب ہو مناظرہ کا رن ہو یا تعزیف و صحافت کا میدان ہر جگہ وہ ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔ انہوں نے ماہنامہ پاسان جاری کیا اور طویل عرصہ تک کامیابی سے چلاتے رہے۔ سنی تبلیغی جماعت قائم کی، دارالعلوم عرب ٹاؤن قائم کیا، ایک دنیا آپس خون کے آنسو کے مولف کی حیثیت سے جانتی ہے۔ میدان مناظرہ میں بڑے بڑے جفاواری مناظروں کو چھانڈا اور تمام زندگی پر ہم اسلام بلند کرنے اور سنیہ کا پھر لہرانے کے بعد اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے بڑی کامیاب اور مصروف زندگی گزاری اور ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز عالم برزخ میں بھی کامیاب رہیں گے اور قیامت کے دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم شفاعت کے سائے میں جگہ پائیں گے، سرخرو ہوں گے اور سرفراز ہوں گے۔ آخر انہوں نے تمام زندگی عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسپانی کرتے ہوئے جو گزاری ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں فردوسی بریں میں بلند و بالا مقام عطا فرمائے۔ تمام پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

شریک غم: محمد عبدالکیم شرف قادری

۱۵ دسمبر ۱۹۹۰ء

سلام

مہربانی جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع یزیم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے پہنچے سردنیں جبکہ ستیں

اس خدا داد شوق پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سرا رہا

اس نبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں

دور و نزدیک کے سینے والے وہ کان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھتے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی غلّی قدس کی پتیوں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسبیح سے روتے ہوئے بس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

وہ نہاں جس کو سب کن کی کبھی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھ غنی کر دیا

موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے اراکین دریا ہمیں

انگیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روئی غذا

اس شکر کی قناعت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاک مہذر کی قسم

اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب

تا بہ اہل سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں ان کی آمد ہو اور

پہنچیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام



الاصول الاربعة في تردد الوهابية

کامیلس ارڈو ترجمہ

رد وھابیت

تصنیف

حضرت علامہ خواجہ محمد حسن علیان فاروقی بغدادی سرمدی رحمہ اللہ

ترجمہ

حضرت علامہ مولانا فاضل محمد عبدالستار سیوری تھانوی

یہ علم تعلیمات جامعہ نظامیہ رشیدیہ لاہور

ناشر

رضا کلا لا ایشاعت لا ھور

Design at: GRAPHIC VIEW LHR. 44-PAGE. 0300000-0000

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين
والسلام